جامعہ مدنیہ جدید کا ترجمان

فروری
2004ء

علمی دینی اور اصلاحی مجلہ

انوارِ مدینہ
لاہور

اللہ رے یہ وسعتِ آثارِ مدینہ
عالم میں ہیں پھیلے ہوئے انوارِ مدینہ

نفیس

بیاد
عالمِ ربانی محدثِ کبیر حضرۃ مولانا سید حامد میاں ؒ
بانیِ جامعہ مدنیہ

ماھنامہ

انوار مدینہ

جلد : ۱۲ ذوالحجہ ۱۴۲۴ھ - فروری ۲۰۰۴ء شمارہ : ۲

مدیر اعلیٰ

سید محمود میاں

مہتمم جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۳ روپے ——— سالانہ ۱۵۰ روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، دبئی ——— " ۵۰ ریال

بھارت، بنگلہ دیش ——— " ۶ امریکی ڈالر

امریکہ، افریقہ ——— " ۱۶ ڈالر

برطانیہ ——— " ۲۰ ڈالر

○ اس دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ ماہ ——— سے آپ کی مدت خریداری ختم ہوگئی ہے، آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ ——— ارسال فرمائیں۔

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

دفتر ماہنامہ "انوار مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور

پوسٹ کوڈ : 54000 موبائل : 0333.4249301

فون : 7724581 فون و فیکس : 92-42-7726702

E-mail : jmj786_56@hotmail.com

سید رشید میاں طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ "انوار مدینہ" نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرف آغاز ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳

درس حدیث ۔۔۔۔۔ حضرت اقدس مولانا سید حامد میاں صاحبؒ ۔۔۔۔۔ ۵

حضرت حاجی سید محمد عابد صاحبؒ ۔۔۔ حضرت اقدس مولانا سید حامد میاں صاحبؒ ۔۔۔۔۔ ۹

افتتاحی خطاب ۔۔۔۔۔ حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب ۔۔۔۔۔ ۱۵

موت العالم موت العالم ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۱

پاکستان میں رائج کردہ اسلامی بینکاری ۔۔۔ حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالوحد صاحب ۔۔۔۔۔ ۲۲

طلب العلم ۔۔۔۔۔ حضرت مولانا سید سلمان صاحب ندوی ۔۔۔۔۔ ۳۳

اکابر کی جدوجہد تاریخی خطوط کی روشنی میں حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب ۔۔۔۔۔ ۴۷

دینی مسائل ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۵۹

علم و ذکر کی اہمیت ۔۔۔۔۔ حضرت اقدس مولانا محمد طلحہ صاحب ۔۔۔۔۔ ۶۱

محسن العلماء والطلباء ۔۔۔۔۔ جناب محمد مرسلین صاحب ۔۔۔۔۔ ۶۴

☆☆☆

حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب مہتمم جامعہ مدنیہ جدید ہر انگریزی مہینے کی پہلی اتوار کو ظہر کی نماز کے بعد بمقام 537-A فیصل ٹاؤن نزد جناح ہسپتال مستورات کو حدیث شریف کا درس دیتے ہیں۔ خواتین کو شرکت کی عام دعوت ہے۔ (ادارہ)

☆☆☆

قارئین انوار مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ انوار مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ ارسال کیا جارہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ انوار مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی ادارہ سے وابستہ ہے اس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اور اس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا چندہ بھی ارسال فرمادیں اور دیگر احباب کو بھی اس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اس سے ادارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سید محمود میاں

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم امابعد !

دینی مدارس کے خلاف حکومتی کارروائیاں، چھاپے، خفیہ نگرانیاں، کھاتوں کی چھان بین کا عمل گزشتہ چند سالوں سے جاری ہے۔ سول حکومت ہو یا فوجی جب بھی وہ اقتدار میں آتی ہے تو مدارس کی واضح افادیت اور خدمات کے اعتراف کے باوجود صلیبی اور صیہونی طاقتوں کے دباؤ میں آکر دینی اداروں کے خلاف بے بنیاد کارروائیاں کرنے لگتی ہے حالانکہ ان فلاحی و دینی اداروں کی خدمات جتنی کافروں پر عیاں ہیں اتنی خود مسلم حکمرانوں پر بھی عیاں نہیں ہیں۔ کفر اس حقیقت کو اچھی طرح جان گیا ہے کہ اس کی عالمگیریت اور توسیع پسندی کے مذموم عزائم کے راستہ کی حقیقی رُکاوٹ یہی دینی ادارے ہیں۔ ان کی فلاحی اور تعلیمی خدمات مسلمانوں کو ان کے حقیقی مقام کا ادراک بخشتی ہیں جس کی بدولت دنیا میں باعزت زندگی گزارنے کے رنگ ڈھنگ سے آگاہی نصیب ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رأس الکفر امریکہ کے صدر بش کو مدارس کے نصاب میں تبدیلی کی فکر لاحق ہوگئی ہے۔ وہ عالم اسلام کے قائدین کو یہ باور کرانا چاہتا ہے کہ مدارس کے نصاب کو جدید دور کے تقاضوں کے مطابق بنایا جائے جبکہ خود امریکہ اور یورپ کے تمام ممالک کے توسیع پسندانہ عزائم کے پیچھے ''قدیم بنیاد پرستی'' اور ''صلیبی عزائم'' کارفرما ہیں وہ اپنی قدامت پرستی اور نسلی تعصب پر پردہ ڈالنے کے لیے روشن اسلامی تعلیمات پر کیچڑ اُچھالنے کی پرانی روایت پر عمل پیرا ہیں۔ مسلم قائدین کو چاہیے کہ وہ جرأت و ہمت سے کام لیتے ہوئے امریکہ کے مسٹر بش کو آئینہ دکھائیں اور اس پر واضح کریں کہ خود اس کو امریکہ

اور یورپین ممالک سے صلیب پرستی اور بے بنیاد اسلام دُشمنی کو ترک کر دینا چاہیے اور توسیع پسندی اور عالمگیریت جیسے سہانے خواب کو خواب ہی کی حد تک رہنے دینا چاہیے کیونکہ دنیا میں اسلامی نظریہ سے بہتر کوئی اور نظریہ نہیں ہے۔ عالمگیریت کے تاج کا صحیح معنی میں استحقاق اسلامی نظریہ کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں ہے جبکہ دنیا کے امن وسلامتی کے لیے بھی سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ عالم اسلام کو کفر کی سازشوں کے پرکھنے اور ان سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی امور

(1) مسجد حامد کی تکمیل

(2) طلباء کے لئے دارالاقامہ (ہوسٹل) اور درسگاہیں

(3) کتب خانہ اور کتابیں

(4) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اجر ہے

(ادارہ)

نُولِیَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

درسِ حدیث

حضرت اقدس پیر و مرشد مولانا سید حامد میاں صاحب رحمہ اللہ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان "خانقاہِ حامدیہ چشتیہ" رائیونڈ روڈ لاہور کے زیر انتظام ماہنامہ "انوار مدینہ" کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

ایمان کی سلامتی اور خدا کے قہر سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ بُرائی کو کم از کم دل سے بُرا جانے، امر بالمعروف کے ساتھ نہی عن المنکر بھی ضروری ہے۔ صرف دعوت سے بھی کایا پلٹ جاتی ہے، اسلام کی پسند سب کی پسند اور ناپسند سب کی ناپسند، عام لوگوں اور حکومت کی دعوت میں فرق

تخریج و تزئین : مولانا سید محمود میاں صاحب

کیسٹ نمبر ۴۳ سائیڈ اے ۸۵/۱۱۱

الحمد للہ رب العالمین والصلٰوۃ والسلام علٰی خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین اما بعد!

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ **والذی نفس بیدہ** قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم ضرور امر بالمعروف کرو گے برائی سے منع کرتے رہو گے یا پھر اللہ تعالیٰ تم پر عذاب نازل فرمائے گا اس کے بعد تم خدا سے دُعاء کرو گے اور دُعاء قبول نہ ہوگی۔ (اس بات کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو) گویا خدا کے عذاب سے بچایا ہے اور اِس اُمت کو فرمایا گیا **کنتم خیر اُمۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر** تم بہترین اُمت ہو بھیجے گئے ہو لوگوں کے لیے اور تم یہ کام کرتے ہو کہ نیکی کی ترغیب کرتے ہو اور بُرائی سے بچاتے ہو۔

مبلغ اور داعی کے لیے اہم ہدایت :

اب اگر کوئی آدمی یہ سمجھتا ہے کہ میں اگر کسی سے کسی بات کو کہتا ہوں اور وہ بات بری ہے تو وہ نہیں مانتا اور کسی سے کہتا ہوں کہ یہ اچھی بات ہے ایسے کرلو وہ نہیں کرتا اُسے، تو پھر میں کیا کروں، کہا جائے گا اُس سے کہ تو یہ کام کرتا ہی رہ اور دل کا پھیرنا نہ پھیرنا یہ خدا کے اختیار میں ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تو آدمی کرے گا وہ اپنے آپ کو اُس آدمی

سے بہتر جان کر نہیں کرسکتا کیونکہ بہتری کا تو بعد میں پتہ چلتا ہے اور انجام کا پتہ نہیں کسی کو کہ کیسا ہوگا تو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کس لیے کرے گا کس طرح کرے گا دل میں کیا بات ہوگی؟ دل میں یہی بات ہوگی کہ خدا کا حکم ہے اور میں اس کی اطاعت کررہا ہوں............ اس سے زیادہ سمجھنا اپنے آپ کو کہ میں بہتر ہوں کیونکہ میں یہ کام کرتا ہوں نیکی کا اور وہ بہتر نہیں ہے کیونکہ وہ یہ نیکی نہیں کررہا، یہ اگر خیال دل میں آئے تو پھر استغفار کرنا چاہیے کیونکہ اگر نیکی کی قیمت آجائے اپنے ذہن میں تو یہ اُس نیکی کو فنا کردیتی ہے تو جو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا کام کرہی رہے ہیں وہ اپنے دل میں بس یہ نیت رکھیں گے کہ خدا کا حکم ہے اس لیے کررہا ہوں۔ خدا کا حکم ہے کہ جو مسئلہ معلوم ہو وہ بتلا دیا جائے اس لیے بتلا رہا ہوں اب وہ مذاق اُڑاتے ہیں یا نہیں مانتے، ہنستے ہیں وہ اُن کا فعل ہے۔

دعوت کے طریقے مختلف ہیں :

اور طریقے مختلف ہیں سمجھانے کے یعنی ایک آدمی دوسرے آدمی کو جو سمجھائے گا وہ ایسے انداز سے سمجھائے کہ بات اثر انداز ہو دوسرا آدمی ضد میں نہ آئے۔ بہت سے بہت یہ کہ مذاق اُڑائے گا، مذاق اُڑالے تو کوئی حرج نہیں۔ اس کا بُرا نہیں ماننا تو گویا طریقہ ملحوظ رکھنا پڑے گا کہ کیسے کہا جائے، چھوٹے سے کیسے کہا جائے............ گھر میں کیسے کہا جائے اور جب اولاد چھوٹی ہو پھر کیسے کہا جائے جب وہ بڑی ہو چلے تو پھر کیسے کہا جائے، بہت بڑی ہو جائے تو پھر کیسے کہا جائے۔ تمام چیزوں کا وہ خیال رکھے، پڑوسیوں سے کیسے اجنبیوں سے کیسے۔ اُدع الی سبیل ربک بالحکمة اللہ کے راستے کی طرف بلاؤ حکمت کے ساتھ والموعظة الحسنة بہتر انداز میں وعظ کہہ کر، بہتر انداز میں نصیحت کرکے بلاؤ اور اس طرح سے اگر کروگے تو پھر یہ ہوگا کہ وہ ماننے لگیں گے بات، بلکہ ایک جگہ تو آتا ہے کہ فاذا الذی بینک وبینہ عداوة کانہ ولی حمیم . آپ کی اگر اُس کے ساتھ عداوت بھی ہے تو پھر رفتہ رفتہ وہ ایسے ہو جائے گا جیسے کہ وہ بڑا گرم جوش ساتھی ہے، بڑا گرم جوش دوست ہے ولی حمیم. یہ تبدیلی آتے آتے ایسی حالت ہو جائے گی۔ اور سب چیزوں میں دیکھنا پڑے گا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے کیسے کیا، تو یہ تو ہوا عام لوگوں کا حال۔

عام لوگوں اور حکومت کی دعوت میں فرق ہے :

اور ایک طریقہ ہے وہ جو حکومت کرتی ہے۔ اس میں سختی بھی ہوتی ہے اور اس کا اُسے اختیار ہوتا ہے اور وہ سختی چلتی ہے باقی عام لوگ آپس میں تبلیغ جب کریں تو سختی نہ کریں، حکومت سختی کرے گی اگر اُسے پتہ چل جائے کہ کسی نے روزہ نہیں رکھا تو وہ اُسے بند کردے گی قید میں اور سحری کے وقت دیں گے کھانا پینا اور افطار کے وقت دیں گے کھانا پینا۔ باقی روزہ رہے گا اور اگر کوئی ضدی ہے تو وہ یہ کہے گا کہ میں تو روزہ کی نیت ہی نہیں کرتا جب قید میں ہو جیل میں ہو پھر ایسی بات کہے تو اس کا

مطلب ہے وہ بندہ منکر ہو گیا ہے۔ پھر تو اس کو سمجھایا جائے گا کہ یہ کفر ہے جو تو باتیں کرتا ہے سمجھایا جائے گا نہیں مانے گا تو پھر (مرتد) کافروں کا جو حکم ہے وہ چلے گا اُس پر۔ ورنہ تو مسلمان کے بارے میں تو یہ گمان ہے کہ جب اُسے پتا ہے کہ مجھے اب (کھانا) مل رہا ہے اور پھر شام کو ملے گا تمام دن میں بھوکا رہا روزہ کی نیت پھر بھی نہ کرے تو یہ بعید بات ہے۔ تو اس طرح کا کام جو ہے حکومت کر سکتی ہے یا ماں باپ اگر چل جائے بس ان کا، تو وہ کر سکتے ہیں ورنہ وہ بڑا بچہ ہے گھر سے بھاگ جائے گا۔ لیکن جیل میں ڈالنا اور اس جیسے کام کرنا یہ حکومت کے فرائض میں ہے اور اس کو ہی اختیار ہے اس کا۔

صرف پیغام اور دعوت سے بھی کایا پلٹ جاتی ہے :

ہم تو مکلف اس کے ہیں کہ پیغام دیتے رہیں اور پیغام دینے ہی سے کایا پلٹ سکتی ہے۔ قوموں کی کایا پلٹ ہو گئی ملکوں کی کایا پلٹ ہو گئی۔ ملائیشیا میں کون سی فوجیں گئی ہیں اور اِدھر یہ انڈونیشیا میں کون سی چڑھائی ہوئی ہے کون سی جنگ ہوئی ہے وہاں تو صرف اخلاق اور عمل اور تقوی اور عبادتیں اور عقائد اور معاملات، حسنِ معاملہ، دیانتداری۔ تاجر یہ لوگ پہنچے ہیں انہی کو دیکھ کر وہ لوگ مسلمان ہو گئے تو حق تعالیٰ نے تبلیغ ضروری قرار دیدی۔ اگر حکومت بھی کہنا بند کردے اور ہم بھی کہنا بند کر دیں حکومت تو ہماری مختلف لوگوں کی آتی رہتی ہے اور مختلف قسم کے لوگ آتے ہیں جو دیندار ہے وہ زور دے دیتا ہے دین کی طرف جو دیندار نہیں ہے وہ دین کی طرف زور نہیں دیتا اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ دین کی طرف زور بھی دیتا ہے خود ہی نہیں جانتا دین کو تو اپنے اپنے درجہ میں رہتے ہوئے ہر کوئی دین پھیلائے اسی طرح دین پھیلا ہے۔

امر بالمعروف کے ساتھ نہی عن المنکر نہ کیا تو عذاب آئے گا :

اور اگر یہ نہیں کرو گے جو کہ ہر آدمی کر سکتا ہے تو پھر یہ وعید خدا کی طرف سے ہے پھر عذاب آئے گا اور پھر یہ ہوگا کہ خدا سے دُعاء مانگو گے دُعاء قبول نہیں ہوگی یہ گویا ایک طرح سے ادبار آگیا کہ تم نے گویا زبان ہی نہیں ہلائی کسی کو بتایا ہی نہیں کہ خدا کا یہ پیغام ہے خدا کی یہ تعلیم ہے کہ یہ چیز چھوڑ دو کیونکہ یہ گناہ ہے، یہ چیز کرو کیونکہ یہ اچھی ہے۔

عقلاً اسلام کی پسند سب کی پسند، اس کی ناپسند سب کی ناپسند :

تو اسلام میں جو اچھائی بنی ہے وہ ایسی ہے کہ ساری دُنیا اُسے کہتی ہے کہ اچھا ہے جو اسلام نے کہا بُرائی ہے پوری دنیا کہتی ہے برائی ہے۔ وہ علاقے جن میں کوئی تمیز نہیں ہے پاکی ناپاکی کی، حیا بے حیائی کی، زنا اور بدکاری کی، نسل کی، نسب کی، کسی چیز کی پہچان نہیں تھی۔ سب کی آزادی تھی ان علاقوں میں بھی اُن کے بادشاہوں میں اُن کے بڑے لوگوں میں ممنوع ہیں وہ چیزیں جو اسلام نے منع کی ہے تو اسلام نے جو چیز منع کی ہے وہ عقلاً پوری دُنیا میں منع ہے اور جسے اسلام نے اچھا کہا ہے اُسے پوری دُنیا اچھا کہتی ہے تو پھر مسلمانوں کو عمل کرنے میں اور تبلیغ کرنے میں شرم کس چیز کی ہے۔ شراب

منع ہے پوری دُنیا کے جو عقلمند لوگ ہیں وہ سب بھی اس بات کو مانتے ہیں۔ اور اب بھی ان لوگوں کے یہاں یہ نہیں ہے کہ نشہ میں دھت ہو کر آ کر تقریر کر رہے ہیں (مگر کم کم)۔ اسی طرح اور بھی بری چیزوں پر پابندیاں ہیں اگر وہ اس پابندی سے آگے بڑھ جائیں تو وہ اس عہدہ پر نہیں رہ سکتے ذرا سی بات اُن کے کردار کے خلاف پائی جائے تو شورش ہو جاتی ہے معطل ہو جاتا ہے۔ اس کے منصب کے مناسب چیز تھی وہ نہیں کی اُس نے یا اپنے منصب کا ناجائز استعمال کیا تو اعتراض کھڑا ہو جاتا ہے تو معلوم ہوا کہ جسے اسلام نے اچھا کہا ہے پوری دُنیا اُسے اچھا کہتی ہے۔ یہ زناکاری شاہی خاندانوں میں نہیں ہوتی برطانیہ میں[۱] وہ خاندان ہی میں کرتے ہیں شادیاں اور کیا کیا پابندیاں ہیں اس قسم کی، ورنہ وہ ان (شاہی) مراعات سے محروم ہو جاتے ہیں ناخلف ہو جاتے ہیں۔

خالق کا اثر مخلوق پر :

اور جو باتیں خدا کو ناپسند ہیں تو اللہ نے انسان کے اندر بھی کوئی چیز ایسی رکھی ہے جو اسے قبول کرتی ہے اور جو خدا کو ناپسند ہیں انسان میں خدا نے ایسی چیز رکھی ہے کوئی، جو تسلیم کرتی ہے کہ ہاں یہ چیز ٹھیک نہیں ہے بُری ہی ہے تو جب یہ بات ہوئی تو پھر مسلمان کو تبلیغ سے تعلیم سے رُکنے کا کوئی جواز نہیں۔ آقائے نامدار ﷺ کا ارشاد ہے **اذا عملت الخطیئۃ فی الارض** جب کوئی گناہ کا کام زمین پر ہوتا ہے **من شھدھا فکرھھا کان کمن غاب عنھا** جو وہاں موجود بھی ہو اور اسے ناپسند کر رہا ہو دل سے، کم از کم دل سے، زبان سے وہ نہیں بول رہا زبان سے بولے گا تو اس کے ساتھ بھی وہ جواب میں بولے گا، ہاتھ چلانا یا ہاتھ سے روکنا یہ تو بڑی بات ہے "کرہ" صرف دل میں اُسے ناپسند کرے تو پھر **کان کمن غاب عنھا** وہ خدا کے نزدیک ایسے ہوگا جیسے وہ اُس بُرائی میں شامل نہیں ہے، وہاں گویا موجود ہی نہیں ہے اور اگر شام کو اطلاع پہنچی اور وہ لوگ بڑے خوش ہوئے اس برے کام پر، حالانکہ اس وقت موجود نہیں تھے شام کو انہیں خبر مل رہی ہے فرمایا **ومن غاب عنھا فرضیھا کان کمن شھدھا** یہ ایسے ہوگا خدا کے نزدیک کہ جیسے یہ اُس گناہ میں شامل ہو گیا تو یہ بدنصیبی ہوگی کہ اس نے بُرائی کو بُرائی نہیں کہا نیکی کو نیکی نہیں کہا تو **کان کمن شھدھا** تو یہ خدا کے نزدیک محبوب نہیں رہتا تو بُرائی پر رضامندی بھی خدا کو پسند نہیں ہے برائی جب دیکھے تو کم از کم دل میں تو اُسے بُرا جانے تو اپنا ایمان تو اُس کا سلامت رہے گا اور خدا کا جو قہر ہے وہ آنے سے رُکا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسلام پر استقامت دے اور اعمالِ صالحہ کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔ اختتامی دُعاء..........................

☆☆☆

---

[۱] یعنی عقلاً اور قانوناً ممنوع ہیں نہ کہ عملاً، حضرت اقدس کی مراد بھی یہی ہے۔ محمود میاں غفرلہ

سلسلہ نمبر۶ قسط : ۲

"الحامد ٹرسٹ" نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدث کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تاحال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر ان کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (ادارہ)

مہتمم اول دارالعلوم دیوبند

جناب حضرت مولانا حاجی سیّد محمد عابد صاحب

قدس اللہ سرہٗ ورفع درجاتہٗ

﴿ نظر ثانی وعنوانات : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

سید محمد ابراھیم رحمہ اللہ

جدِّ اعلیٰ ساداتِ رضویہ دیوبند ضلع سہارنپور اور تاریخ علم ومعرفت

سیّد محمد ابراہیمؒ کی ولادت لکھنؤ میں ہوئی۔ علوم دینیہ کی تکمیل کے بعد اشغال صوفیہ قادریہ میں مشغول ہو گئے اپنے دادا شیخ محمود قلندر اور شیخ محمد غوث گوالیاری کے اتباع میں سیاحت اختیار کی۔ حضرت سیّد محمد ابراہیمؒ کے بھائی حضرت شاہ محمد المتوفی ۱۰۸۵ھ لکھنؤ میں قیام پذیر رہے اُن کی وفات کے بعد اُن کے خلفاء شیخ غلام نقشبندی المتوفی ۱۱۲۶ھ شاہ محمد آفاق اور شاہ محمد شفیع وغیرہ نے خانقاہ کو آباد رکھا۔ (تذکرہ ص ۸ بحوالہ حیات شبلی ص ۱۵ و ۱۶)

سیّد محمد ابراہیمؒ کے دو بھائی اور تھے سب سے بڑے بھائی جامع مسجد لکھنؤ میں امامت وخطابت کے منصب پر فائز تھے دوسرے بھائی حیدر آباد دکن چلے گئے اور سیّد محمد ابراہیمؒ نے جو زہد وتقوی اور فقر وتوکل میں اپنے دادا کے جانشین تھے مسندِ رشد وہدایت کو رونق بخشی، پانچ مرتبہ[1] حرمین شریفین میں حاضر ہو کر حج وزیارت روضۂ اقدس سے مشرف ہوئے اور مختلف ملکوں کی سیاحت کرتے ہوئے ہندوستان واپس تشریف لائے۔ ملفوظات انوری میں لکھا ہے :

---

[1] بلکہ سات مرتبہ پیادہ پا، حج کیے از مضمون سیّد محبوب رضوی شائع شدہ ماہنامہ آستانہ دہلی بابت ماہ فروری ۱۹۶۸ء ص ۵، مرسلہ سیّد محبوب صاحب مرحوم۔

"حضرت شاہ محمود قلندر رضوی رحمۃ اللہ علیہ لکھنؤ تشریف لائے آپ کے تین فرزند ہوئے، بڑے بھائی لکھنؤ میں امامت پر رہے دوسرے بھائی حیدرآباد دکن چلے گئے تیسرے بھائی نے درویشی اختیار کی پانچ حج کیے کیونکہ وہاں حاضری کے بغیر اکثر اولیاء اللہ کمال کو نہیں پہنچتے، پچھلے حج کے بعد براہ خشکی دیوبند تشریف لائے اُس وقت شاہ جہاں بادشاہ تھے۔ یہاں کے شاہ ولایت ہوئے اور فیض جاری ہوا۔ قریب باون سال کی عمر میں ساداتِ بارہہ مقام جانسٹھ شادی کی۔ یہ سادات بارہہ آصف الدولہ کے وقت میں شیعہ ہو گئے حضرت شاہ مینا لکھنویؒ اسی خاندان کے نواسے ہیں"۔ (ملفوظات انوری مرتبہ حاجی مولا بخش مرحوم دیوبندی ص ۶)

سید محبوب رضوی مرحوم لکھتے ہیں :

"یہ تاریخی غلطی ہے کہ سید محمد ابراہیمؒ کی دیوبند تشریف آوری کے وقت شاہجہاں بادشاہ تھے شاہجہاں (۱۰۳۷ھ ۔ ۱۰۶۸ھ) کا عہد سلطنت ۲۲ رجمادی الاولی ۱۰۳۷ھ/ ۱۶۲۷ء سے شروع ہوتا ہے جبکہ سید محمد ابراہیمؒ کی وفات ۱۰۳۳ھ/ ۱۶۲۳ء میں ہوئی نیز سید صاحبؒ کی وفات کے بعد ۱۰۳۵ھ/ ۱۶۲۵ء میں آپ کی زوجہ محترمہ کے لیے مدِ معاش کا جو فرمان شاہی جاری ہوا ہے وہ جہانگیر کی جانب سے ہے۔ ملفوظات انوری میں تسامح ہوا ہے۔ تاریخ دیوبند ص ۱۰۰ مع حاشیہ۔ (بارہہ کو باہرہ بھی کہا جاتا ہے۔ اور جانسٹھ ضلع مظفر نگر میں ہے ضلع مظفر نگر اور ضلع سہارنپور ملے ہوئے اضلاع ہیں)۔

شہنشاہ جہانگیر (۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۵ء ۔ ۱۰۳۷ھ/ ۱۶۲۷ء) کے عہد حکومت میں سید صاحب کے قیام کے لیے یہی خانقاہ اور مسجد تعمیر کرائی گئی تھیں جو معدوم ہو چکی ہیں۔ (تاریخ دیوبند ص ۱۰۷)

آپ دیوبند میں گیارہویں صدی کے اوائل میں تشریف لائے اور بعض اہل اللہ کے مشورہ سے اسلام کی دعوت وتبلیغ ورشد وہدایت کے لیے دیوبند کا انتخاب فرمایا۔ تذکرۃ العابدین میں لکھا ہے کہ "آپ اولیائے کبار سے تھے کرامتیں اُن کی دیوبند میں مشہور ومعروف ہیں آپ کا سلسلہ قادریہ تھا"۔

دیوبند میں سید صاحب کے قیام کے لیے دہلی کی مرکزی حکومت کی جانب سے مسجد اور ایک وسیع خانقاہ تعمیر کرائی گئی جس میں افادۂ باطنی اور طریقت وتصوف کے حلقے کے ساتھ ساتھ علوم ظاہری کی تعلیم وتعلم کی مسند بھی بچھی ہوئی تھی۔ سید صاحب کے اخلاف کے نام مغل شہنشاہوں جہانگیر، شاہ جہاں اور اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں مدد معاش کے لیے جو زمینیں دی گئی ہیں شاہی فرامین میں ان کی وجہ طالبانِ علم وطریقت کے مصارف بتلائے گئے ہیں۔

ہندوستان میں سادات رضویہ کے خاندان لکھنؤ، خیر آباد، زید پور اور دوسرے مختلف مقامات میں موجود ہیں سادات دانشمندان امروہہ اور تقسیم پنجاب سے قبل سونی پت، سفیدوں اور سامانہ میں بھی اس خاندان کے افراد آباد تھے۔

سرسید احمد کا تعلق بھی اسی خاندان سے ہے محمد الاعرج پر ان کا نسب دیوبند کے سادات سے مل جاتا ہے۔(تذکرۂ سادات رضویہ ص ۳)۔سید محمد ابراہیمؒ نے ہندوستان کی سیاحت کے دوران اکثر اولیاءِ کرام کی خدمت میں حاضر ہو کر روحانی فیوض و برکات حاصل کیں۔برنادہ میں شیخ علاء الدین چشتی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے مشورے سے قیام کے لیے دیوبند کو پسند فرمایا۔

شیخ علاء الدین چشتیؒ اور برنادہ :

برنادہ میرٹھ سے تقریباً ۱۹ میل جنوب میں واقع ہے۔یہ ایک قدیم تاریخی بستی ہے شیوخ کی آبادی ہے۔برنادہ کے قریب ہی ہنڈن ندی ہے اس کے کنارے مشائخ برنادہ کے مزارات ہیں برنادہ کے قریب ہی ایک موضع شیخو پورہ ہے بزرگان برنادہ شیخ الاسلام عبداللہ انصاری ہرویؒ المتوفی ۴۸۱ھ/ ۱۰۸۸ء کی اولاد میں سے ہیں، برنادہ میں اولاً شیخ بدرالدین المتوفی ۷۸۸ھ/ ۱۳۸۶ء نے سکونت اختیار کی ان کو مخدوم نصیرالدین چراغ دہلوی رحمہ اللہ (۷۵۷ھ/ ۱۳۵۶ء) سے خلافت واجازت حاصل تھی۔بعد کے دور میں اس خاندان میں ایک بزرگ بدرالدین الحقؒ ہوئے ہیں ان کے فرزند شیخ علاء الدین چشتی المتوفی ۹۷۶ھ تھے جو رسالہ چشتیہ بہشتیہ کے مصنف ہیں۔

اس خاندان کا ایک سلسلہ سنبھل (ضلع مرادآباد) میں ہے، دوسرا پانی پت میں تھا اور تیسرا سلسلہ سہالی (بارہ بنکی) میں آباد ہوا علماء فرنگی محل اسی تیسرے سلسلے سے تعلق رکھتے ہیں۔تاریخ دیوبند حاشیہ ص ۱۰۱ بحوالہ تذکرۂ علماء فرنگی از مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی مطبوعہ لکھنؤ ص ۸)

چشتیہ بہشتیہ میں حضرت سید ابراہیمؒ کے متعلق لکھا ہے :

حاجی ابراہیم دہلی اولاً بملازمت آنحضرت	حاجی ابراہیم دہلی سب سے پہلے حضرت
در برنادہ رسید وآنچہ دردل مضمر داشت	والا کی خدمت میں برنادہ میں پہنچے اور جو
ظاہر گردانید وگفت کہ سیر وسفر بسیار کردم	کچھ دل میں خیالات رکھتے تھے ظاہر کیے
بکعبۂ معظمہ ومدینہ طیبہ وبیت المقدس وروم	اور کہا کہ سیر وسفر میں نے بہت کیا ہے کعبۂ
وشام رسیدم ودیگر اطراف واکناف	معظمہ مدینہ طیبہ بیت المقدس روم اور شام
بسیار دیدم اکنوں ویرانہ بسرمی خواہم کہ	پہنچا اور بہت سے اور اطراف واکناف میں

مکانے متعین ساختہ وجود پرداختہ بقیہ عمر بگذرانم وبہر مقامے وبہر دیارے مشاور وماموں گردد متمکن ومستقر شود۔ فرمود کہ درویشاں ہر جا کہ اقامت کنند مبارک است لیکن قصبۂ دیبن کہ دیوبند گویند دریں زماں از غلغلہ اشغاص سلاسل متقادمہ نمایاں شدہ است مناسب آنست کہ دراں قصبہ وطن گیرند ونکاح کنند تا مردم آنجائے استفادہ کنند پس شیخ مذکورہم چناں کرد ودر اندک فرصت انگشت نما گشت وعلائق ظاہر یہ بروجہ احسن حاصل آمد چہ باغ وچاہ واملاک وحویلی واولاد وغیرذلک بمراد فواد محصل ومیسر آمد۔

نے دیکھے ہیں اب میں جو کہ ویرانہ بسر ہوں، یہ چاہتا ہوں کہ کوئی جگہ معین کرکے اپنے آپ کو الگ کرکے باقی عمر گزاروں اور جس جگہ اور جس شہر میں بھی مشورہ دیا جائے گا اور ماموں کیا جائے گا وہیں جگہ بنا کر اپنا مستقر بنالوں گا۔ آپ نے فرمایا کہ درویش جس جگہ بھی اقامت اختیار کرلیں مبارک ہے لیکن قصبۂ دیبن جسے لوگ دیوبند کہتے ہیں اس زمانہ میں قدیم سلسلوں کے بزرگوں کے چرچے میں نمایاں ہوگیا ہے مناسب یہ ہے کہ اس قصبہ میں ہی وطن بنالیں اور نکاح کریں تاکہ اس علاقہ کے لوگ مستفید ہوں پس شیخ مذکور نے اسی طرح کیا اور تھوڑے ہی دنوں میں مشہور ومعروف ہوگئے اور ظاہری علائق باحسن وجوہ حاصل ہوئے۔ گائیں، باغ، کنواں، املاک، حویلی اور اولاد وغیرہ حسب دلخواہ حاصل اور میسر آگئیں۔

(تاریخ دیوبند ص ۱۰۲ بحوالہ رسالہ فردوسیہ چشتیہ بہشتیہ ص ۷۶، ۷۷ مخطوطہ کتب خانہ دارالعلوم دیوبند)

چنانچہ شیخ علاء الدین چشتی'' کے مشورہ کے مطابق سید محمد ابراہیم نے دیوبند میں قیام فرمایا اور یہاں علم وعرفان اور رشد وہدایت کی شمع روشن کی، آبادی کی جانب جنوب دیوی کنڈ کے متصل مکان مسجد اور خانقاہ تعمیر کراکر خلق اللہ کی خدمت میں مشغول ہوگئے۔ آپ کے فیوض اور رشد وہدایت کا دائرہ صرف مسلمانوں تک محدود نہ تھا بلکہ غیر مسلم بھی آپ کے ساتھ ارادت مندی سے پیش آتے تھے۔ اُوپر بتلایا جا چکا ہے کہ شطاری سلسلہ کے مشائخ ہندوؤں سے بڑے اچھے تعلقات رکھتے تھے چنانچہ دیوبند کے مشہور طبیب حکیم عبداللطیف مرحوم (۱۸۸۴ء/۱۳۰۲ھ-۱۹۵۴ء/۱۳۷۳ھ) نے جو راجہ راج گڈھ کے (مالوہ) کے طبیب خاص تھے، راقم سطور سے بیان کیا کہ :

''حضرت سید محمد ابراہیم کی نظر کیمیا اثر اور فیض صحبت سے دیوبند اور اطراف وجوانب کے بہت

سے لوگ یہاں حلقہ بگوش اسلام ہوئے خود اپنے خاندان کے بارے میں حکیم صاحب نے فرمایا کہ سید صاحب کی توجہ سے مشرف با سلام ہوا نیز دیو بند کے گوجر بھی آپ ہی کے فیض صحبت سے اسلام میں داخل ہوئے''۔ (تاریخ دیو بند ص ۱۰۳)

گوجروں میں دو بھائی تھے ایک کا نام جے رام اور دوسرے کا نورنگ تھا۔ جے رام مشرف با سلام ہو گیا اور دوسرا بھائی بدستور اپنے مذہب پر قائم رہا۔ دونوں بھائیوں کی اولاد جس محلہ میں رہتی ہے وہ ''گوجرواڑہ'' کہلاتا ہے۔ دونوں خاندان کے افراد بیاہ شادی میں ایک دوسرے کے یہاں شریک ہوتے ہیں۔ جے رام نے قبول اسلام کے بعد اپنے آبائی مندر کے نزدیک مسجد تعمیر کی جو اب تک موجود ہے اس مسجد میں جمعہ ہوتا ہے۔ جے رام کی بنوائی ہوئی حویلی بھی اب تک موجود ہے جس میں اُس کی اولاد رہتی ہے۔

گوجروں کے قبولِ اسلام کی نسبت تاریخ سہارنپور کے مصنف نے لکھا ہے کہ :

''بیشتر گوجران آبادی شہر میں رہتے تھے بعدہ انہوں نے اپنا محلہ علیحدہ کر لیا جلال الدین اکبر بادشاہ کے عہدِ حکومت میں وہ مسلمان ہو گئے''۔ (تاریخ سہارنپور ص ۱۶۱)

مگر آئینِ اکبری سے اکبر کے عہدِ حکومت گوجروں کے اسلام قبول کرنے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ ابوالفضل نے دیو بند کی زمینداری کا ہندو گوجروں اور تگوں میں ہونا بتلایا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ ہندوستان، افریقہ، چین، انڈونیشیا، ملائیشیا اور فلپائن وغیرہ ملکوں میں اسلام کی اشاعت بڑی حد تک صوفیۂ کرام کی کوششوں کی رہینِ منت ہے چنانچہ ہندوستان میں شیخ ابوالحسن علی ہجویریؒ المتوفی ۴۶۵ھ/۱۰۷۲ء نے پنجاب میں خواجہ معین الدین چشتیؒ المتوفی ۶۳۳ھ/۱۲۳۵ء نے راجپوتانے میں خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ المتوفی ۶۳۲ھ/۱۲۳۵ء اور سلطان نظام الدین اولیاءؒ (۷۲۵ھ/۱۳۲۴ء) نے دہلی اور اس کے اطراف وجوانب میں اسلام کا چراغ روشن کیا ہے۔

دیو بند اور اس کے اطراف میں سید محمد ابراہیمؒ کی تبلیغی جدوجہد نتیجہ خیز ہوئی ان کی ذات سے تبلیغ واشاعت اسلام کی عظیم الشان خدمات ظہور میں آئیں۔ پروفیسر آرنلڈ نے دعوتِ اسلام میں لکھا ہے کہ ''ہندوستان میں اسلام کی روشنی ان مقامات پر زیادہ پھیلی جہاں مسلمانوں کی سیاسی طاقت کمزور تھی جیسے جنوبی ہندوستان اور مغربی بنگال''۔ (تاریخ دیو بند ص ۱۰۵ بحوالہ پریچنگ آف اسلام ص ۲۱۳)۔ اسلامی تعلیمات کی تشریح وتوضیح میں صوفیۂ کرام کا انداز وطریق براہِ راست وجدان وشعور کو متاثر کرتا تھا۔ اس سے قلب میں سوز وگداز پیدا ہو جاتا تھا جو لوگ اِن کی صحبت اختیار کر لیتے اسلام ان کے دلوں میں جاگزیں ہو جاتا تھا۔

ہندوستان کے سلاطین تو بالعموم رزم آرائیوں اور کشور کشائیوں میں مصروف رہے مگر مشائخ کی خانقاہیں محبت ومودت کے نغموں سے گونج رہی تھیں اور صوفیۂ کرام اقلیم دل کی تسخیر میں مشغول تھے ان کی یہ کوشش رہی کہ اس سرزمین کو اسلام

کی دولت سے مالا مال کریں اور یہاں کے رہنے والے جفاکش اور سماج کے ٹھکرائے ہوئے باشندوں کو ان اسلامی اقدار سے روشناس کرائیں جو گفتار و کردار کو جلا بخشتی اور انسانی زندگی کو سنوارتی ہیں۔ (تاریخ دیوبند ص ۱۰۶)

سید محمد ابراہیم کی جدوجہد صرف اصلاحِ باطن، روحانی تربیت اور تبلیغ اسلام کی حد تک ہی محدود نہ تھی بلکہ جو لوگ اسلام قبول کر لیتے تھے اُن کی تعلیم و تربیت کا بھی مناسب انتظام فرماتے تھے۔ مساجد کے انتظام کے سلسلہ میں خود راقم سطور سے ڈاکٹر منصب علی خاں دیوبندی (وفات ۱۹۵۳ء/ ۱۳۷۲ھ) نے یہ واقعہ بیان کیا کہ قلعہ کی جامع مسجد کی امامت و خطابت کے لیے سید صاحب نے لوہاری (مظفر نگر) سے مُلا حسام الدین کو بلا کر مقرر فرمایا جن کی اولاد میں اب سے کچھ عرصہ پہلے تک برابر امامت کا یہ منصب چلا آتا رہا۔ موجودہ جامع مسجد کی تعمیر (۱۲۸۶ھ/ ۱۸۶۹ء) سے قبل تک قلعہ کی مسجد کو دیوبند کی مرکزی مسجد ہونے کی حیثیت حاصل تھی۔ (تاریخ دیوبند ص ۱۰۶)

سید محمد ابراہیمؒ کے دو صاحبزادے ہوئے، بندگی سید محمد اسمٰعیلؒ اور شاہ محمد امینؒ۔ سید محمد ابراہیمؒ نے ۵ر شوال ۱۰۳۳ھ/ ۱۶۲۳ء کو وفات پائی۔ مسجد کی جانب شمال آپ کا مزار ہے۔ یہ جگہ اب بھی سرائے پیرزادگان [1] کہلاتی ہے۔
سید صاحب کا قطعہ تاریخ وفات یہ ہے :

حسرتا از جورِ چرخِ بے مدار ۔۔۔ اند کے راحت و رنجش بے شمار
حاجی الحرمین ابراہیم نام ۔۔۔ بود شیخ و قطبِ دوراں نامدار
در علومِ شرع وارثِ انبیاء ۔۔۔ برسریرِ فقر شاہ روزگار
ذاتِ پاکش ، مرشدِ راہِ یقیں ۔۔۔ نورِ ذاتش شد بعالم آشکار
در مہِ شوال بہ تاریخِ خمس ۔۔۔ کوسِ رحلت زو بعالم برد کار
شد جہاں تاریک بس بے نورِ او ۔۔۔ عالمے از ہجرِ او شد دل فگار
سالِ تاریخش بجستم از خرد ۔۔۔ بود از شورشِ فراواں زار زار
خندہ و گفتا وَلِیٌّ لا یموت (۱۰۳۳ھ)
از حسابِ ابجدش می کن شمار

قبر پر پانچ فٹ لمبا اور فٹ چوڑا سنگِ سرخ کا منقش پتھر لگا ہوا ہے جس پر کلمہ طیبہ اور سورۂ اخلاص نہایت پاکیزہ خطِ نسخ میں تحریر ہے۔ (تاریخ دیوبند ص ۱۰۷) ☆☆☆ (جاری ہے)

---

[1] ہو سکتا ہے کہ یہاں اولادِ سید ابراہیمؒ نے مسافروں کے لیے کوئی سرائے بھی بنائی ہو اس لیے یہ محلہ سرائے پیرزادگان کہلانے لگا ہو۔ یہ آبادی عام زمین سے پانچ چھ فٹ اُونچائی پر ہے۔

حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب نے ۱۹ رشوال کو صبح ۱۱ ربجے جامعہ مدنیہ جدید میں طلبہ سے افتتاحی خطاب فرمایا۔ بیان کے شروع میں مولانا نے حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب قدس سرہ العزیز کی تحریر فرمودہ طلباء کے لیے تین نصیحتیں جوانوارِ مدینہ کے پچھلے شمارے میں شائع ہوئیں پڑھ کر سنائیں اختصار کی غرض سے ان نصیحتوں کو دوبارہ شائع نہیں کیا جارہا۔ قارئین کرام کی خدمت میں صرف خطاب پیش کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

افتتاحی خطاب

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ہم نے یہ جو تین نصیحتیں سُنی ہیں اگر آپ ان پر توجہ دیں اور انہیں ذہن نشین کر لیں تو زندگی گزارنے کے لیے اور زندگی کے اہم معاملات میں ہمارے لیے بہت مفید ہیں حدیث شریف میں بھی یہی آتا ہے کہ من احب للّٰہ و ابغض للّٰہ و اعطا للّٰہ و منع للّٰہ فقد استکمل الایمان کہ جس شخص نے محبت اللہ ہی کے لیے کی، کسی سے اگر بغض کیا تو اللہ ہی کے لیے کیا، کسی کو اگر دیا تو اللہ ہی کے لیے دیا اور اگر کسی کو کچھ نہ دیا تو اللہ ہی کے لیے نہ دیا تو اس کا ایمان کامل ہے۔ یہ چار جملے ہیں جو حدیث شریف میں آئے ہیں لیکن اللہ کو قدرت ہے کہ کسی شخص کو پیدائشی طور پر ایسی فطرت عطا فرمادے کہ بغیر سیکھے سکھلائے اُس میں یہ چیزیں موجود ہوں جیسا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ جو نہ کسی سے پڑھتے ہیں نہ کسی سے سیکھتے ہیں اُن کا مربی سوائے اللہ کے کوئی نہیں ہوتا وہ اُن کی تربیت فرماتا ہے اور تمام اعلیٰ درجے کے اخلاق جو ہم ساری زندگی محنت کر کے حاصل کرتے ہیں پھر بھی وہ ہمارے اندر رچے بسے نہیں ہیں لیکن وہ اُن کو معمولی سے وقت میں اللہ تعالیٰ عطا فرمادیتا ہے۔ اسی طرح بعض دوسرے لوگوں پر بھی اللہ تعالیٰ کی ایسی عنایت ہوتی ہے کہ انہیں اس قسم کے اخلاق سے نواز دیتے ہیں لیکن نبیوں والا درجہ کسی کو کبھی حاصل نہیں ہوتا، عام حالات میں ان تین چار باتوں پر عمل کے لیے جو ایک منٹ میں میں نے آپ کو سُنا دیں انسان کی ساری زندگی بھی ناکافی ہے لیکن اگر کوئی اخلاص سے اس میں لگا رہے اور جدوجہد جاری رکھے تو پھر اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ میں اُس کو اچھے اخلاق سے مزین کر دوں گا اس کے دل کو منور کر دوں گا اُس کے افعال کو درست کر دوں گا اس لیے ہم لوگ جو یہاں طلب علم کے لیے آئے اور دین سیکھ رہے ہیں۔ یہ دین سیکھنا بہت بڑے مقصد کے لیے ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ ہم اپنی اصلاح کر لیں اور اس کے ذریعے اُمت کے لوگوں کی اصلاح کریں۔ یہ معمولی بات نہیں ہے یہ اتنی بڑی سعادت ہے اتنی بڑی نعمت ہے کہ اس پر آپ اللہ کا

جتنا بھی شکر بجالائیں کم ہے۔ دُنیا کے جتنے بھی طبقات ہیں اُن طبقات میں آپ دنیا کے سب سے عظیم لوگ ہیں کیونکہ اللہ کے یہاں آپ لوگوں کا وزن زیادہ ہے اس لیے اُن تمام طبقات پر آپ بھاری ہیں۔ اگر اس وقت اللہ تعالیٰ آسمان سے کوئی ترازو اُتار دیں اور زمین پر لٹکا دیں اور پھر اس میں جو دینی طالب علم ہیں اور مخلص اور باعمل ہیں اُن میں سے ایک طالب علم کو رکھ دیا جائے اور دوسرے پلڑے میں تمام دُنیا کی بڑی بڑی یونیورسٹیوں کے بڑے بڑے فضلاء کو رکھ دیا جائے تو اُن کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی انشاء اللہ۔ یہ اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کے لیے بڑی سعادت رکھی ہے۔ آپ کسی قسم کی اپنے اندر کمتری محسوس نہ کریں کسی قسم کے احساسِ کمتری میں مبتلا نہ ہوں اس نعمت پر ہمیں اِترانا بھی نہیں ہے، فخر بھی نہیں کرنا بس اللہ کا شکر کیے جانا ہے اور اُس سے مزید کی طلب کیے جائیں اور ڈرتے ہی رہنا ہے کہ پتا نہیں کہ یہ جو ہم کر رہے ہیں قبول بھی ہے یا نہیں، کیونکہ اللہ بہت بے نیاز اور بے پرواہ ہے وہ دیتا ہے تو بھی بے نیاز، نہیں دیتا ہے تو بھی بے نیاز۔ ہر حال میں اُس کی شان بے نیازی ہے تو اُس سے ڈرتے رہنا چاہیے۔ مجھے واقعہ یاد آیا حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا، اتنی بڑی خدمات ہیں آپ کی، اتنی بڑی جدوجُہد ہے آپ کی، قربانیاں ہیں اُن کی، تاریخ ساری اُن کی قربانیوں ہی سے رقم ہے شروع سے لے کر آخر تک، لیکن وہ سوچتے رہتے تھے اور فرماتے تھے کہ اللہ کی بے نیازی سے ڈرتا ہوں کہ پتا نہیں جو کچھ کیا ہے یہ قبول بھی ہے یا نہیں۔ تو یہ حال تھا کہ سب کچھ کرنے کے باوجود اپنے کاموں پر نظر ہی نہیں تھی اس لیے جتنا بھی دین کی خاطر آپ کرلیں اگر وہ اللہ کے ہاں قبول ہوگیا پھر تو وہ بہت بڑی نعمت ہے اور خدانخواستہ قبول نہ ہوا تو اُس کی کوڑی کی بھی قیمت نہیں ہے۔ تو اللہ کی رحمت سے اُمید رکھنی چاہیے کہ اے اللہ تو ہمیں اپنے فضل سے عطا کردے اور جو ہماری نیتوں میں خامیاں ہیں جو ہمارے عمل کا قصور ہے اپنے فضل سے اُسے بھی معاف فرمادے تو دُعاء کرتے رہنی چاہیے۔ آپ ماشاء اللہ طالب علم ہیں دین کی طلب کر رہے ہیں اس کے لیے گھر سے نکلے ہوئے ہیں پھر اس مشکل میں اور ان حالات میں رہ رہے ہیں اس پر ہم خود شرمندہ ہیں کہ آپ کے رہنے کا انتظام ڈھنگ کا نہیں ہے آپ کے لیے لباس ہمارے پاس نہیں ہے اس سردی میں بعض طالب علم یوں رہ رہے ہیں کہ پانی اُن کے پاس ٹھنڈا ہے ٹھنڈے پانی سے وضو کر رہے ہیں لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ اِن کی اِس جدوجہد کو قبول فرما اور تو ہی ان کو اس کا اچھا بدلہ عطا فرما ہم تو نہیں دے سکتے ہم تو بیکار لوگ ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اِن سب طلباء کو انشاء اللہ اچھا بدل دے گا اور اس کے بدلے جو اللہ تعالیٰ کی عنایتیں ہم پر ہوں گی اور اس مدرسہ پر ہوں گی اور آپ کی تکلیف کی وجہ سے جو آئندہ آنے والے طالب علموں کو سہولت ہوگی اُس سہولت میں آپ سب کا اجروثواب ہمیشہ کے لیے لکھا گیا ہے انشاء اللہ۔ آج سے چاہے پچاس سال بعد آئیں چاہے سو سال بعد آئیں آپ قبروں میں ہوں گے لیکن وہ سہولتیں جو بعد والوں کو یہاں ملیں گی اور علمِ دین حاصل کریں گے اطمینان اور سکون کے ساتھ اُن کی اُس سہولت میں بھی آپ کا اجروثواب ہوگا انشاء اللہ کیونکہ اللہ تعالیٰ کرنے والے ہیں وہ تو

بہانہ ہوتا ہے بس بہانہ ہو تو میں دے دوں ۔ انشاء اللہ آپ کے لیے بہت اجر ہے اور ہماری دن رات کی کوشش بھی ہے اور دُعا بھی ہے کہ آپ کو جو بھی ہمارے بس میں ہو زیادہ سے زیادہ آپ کو دیں لیکن ابھی تک تو کچھ بھی نہیں ہے میرا دل تو مطمئن نہیں ہے میں تو بس شرمندہ ہی ہوتا رہتا ہوں دُعا بھی کرتا ہوں ہمارے جو ساتھی اور دوست ہیں وہ بھی آپ حضرات کے لیے دُعائیں کرتے ہیں آپ کے سکون کی ، آرام کی ، راحت کی ، عافیت کی اور علم وعمل میں برکت کی اور ظاہری وباطنی ترقی کی ہر وقت دُعائیں کرتے رہتے ہیں ۔ بس آپ سے یہی درخواست ہے آپ لوگ اپنا وقت ضائع نہ کریں اپنے ایک ایک منٹ کو بہت قیمتی جانیں ۔

پڑھتے ہوئے پر عمل کی کوشش کرتے رہیں :

اور تعلیم میں اور اس تعلیم پر عمل کی مشق میں لگے رہیں کیونکہ اس کے بعد آپ کو اس علم پر جو آپ نے پڑھا ہے اس پر مشق کرنے کا موقع اور مہلت نہیں ملے گی ۔ جوں جوں وقت گزر رہا ہے آپ کی ذمہ داریاں آپ کے مسائل بڑھتے چلے جائیں گے مشق کرنے کا موقع ہاتھ سے نکلتا چلا جائے گا ۔ اس لیے یہ نہ سوچیں کہ جو آج پڑھ رہے ہیں فارغ ہونے کے بعد ہم اس پر عمل کرلیں گے یا فلاں وقت کرلیں گے ایسا نہ سوچیں بس اس وقت کو غنیمت جان لیں اور جو اس وقت کے مناسب مشق ہے وہ کرتے رہیں ہر دور کے لیے دین کی تعلیم موجود ہے اُس کی رہنمائی پر عمل کرنا ہے ۔ جب آپ شوہر بن جائیں گے تو آپ کے لیے ایک نیا مشق کا دور شروع ہو جائے گا تو دین پر چلنا ہے اور دین کے مطابق عمل کرنا ہے ۔ جب باپ بن جائیں گے تو پھر ایک اور مشق کا دور شروع ہو جائیگا تو اس پر عمل کرنا ہے اس کا حق ادا کرنا ہے تو مشق کا دور تو ختم نہیں ہوتا لیکن طالب علم کے زمانہ کے مناسب جو آپ کا عمل ہونا چاہیے اس کی مشق شروع کرنی چاہیے تاکہ مشق کی عادت پڑ جائے اور جذبہ پیدا ہو کہ جو ہم سیکھتے جائیں اس پر عمل کرتے جائیں تو بس علم اور عمل یہ دو چیزیں ہیں ان پر بہت زیادہ آپ محنت کریں ۔

طلباء کے لیے چند مفید ہدایات :

دوسری دو تین چیزیں ہیں جن پر جب سے یہاں تعلیمی کام شروع ہوا ہے ہم اُن پر عمل کرتے ہیں اور ہماری طلباء کو بھی یہی نصیحت ہوتی ہے کہ اُس پر عمل ضرور کرلیا کریں اور کوئی خاص وقت خرچ نہیں ہوتا لیکن اُس کے فائدے اور برکات بہت ہیں ۔

فجر بعد کا معمول :

سب سے پہلا عمل تو ہمارے ہاں یہ کرایا جاتا ہے اور اس کی ترغیب بھی دی جاتی ہے ہر طالب علم کو کہ فجر کی نماز

کے بعد یا اُس سے پہلے جیسے اُسے موقع ملے سورہ یٰسین شریف پڑھ لیا کریں۔ سب بیٹھ کر پڑھ لیں یا الگ الگ پڑھ لیں جیسے بھی ہو پڑھ لیں، کوئی مجبوری میں نہیں پڑھ سکا وہ بات اور ہے لیکن کوشش کر لیں جنھیں حفظ یاد ہے حفظ پڑھ لیں جنھیں حفظ یاد نہیں ہے دیکھ کر پڑھ لیں اسی بہانے اُن کو حفظ یاد ہو جائے گی، اور یہ کام آنے والی سورت ہے ضرورت پڑتی رہتی ہے تو اس کا معمول بنائیں اور اس نیت سے پڑھیں کہ اللہ تعالیٰ اس مدرسے کو اور اس کے علاوہ جہاں جہاں دُنیا بھر میں اہلِ حق کے دینی مدارس ہیں دینی مراکز ہیں مساجد ہیں خانقاہیں ہیں اُن کی اللہ حفاظت فرمائے ظاہری باطنی شر سے محفوظ رکھے اور ظاہری و باطنی ترقیات سے نوازے، اس میں اپنی بھی نیت کر لیں اپنے اہل وعیال کی بھی نیت کر لیں خیر و برکت کی سب کی نیت کر لیں، مختصر سا عمل ہے چار پانچ منٹ لگتے ہیں سورۂ یٰسین پڑھنے میں۔

ظہر بعد کا معمول :

دوسرا یہ کہ ظہر کی نماز کے بعد ہماری یہ خواہش ہوتی ہے کہ سورۂ فتح کا معمول بنا لیا جائے۔ یہ بزرگوں کا بھی کہنا ہے کہ اس دور میں جو حالات چل رہے ہیں وہ اہلِ حق کے لیے بہت مشکلات والے ہیں، دینی مدارس پر اُن کی خاص نگاہ ہے اور ان کا تو بس نہیں چلتا کہ بلڈوزر چلا دیں ان کو تباہ کر دیں۔ اللہ ہی ان کی حفاظت فرمائے اور جب تک اللہ کا ارادہ ہے انشاء اللہ حفاظت رہے گی تو اس نیت سے کہ اللہ تعالیٰ اہلِ حق کی مدد فرمائے جو مجاہدین اسلام دُنیا میں جہاں جہاں برسرِ پیکار ہیں ان کی نصرت فرمائے انھیں ثابت قدم رکھے جو جیلوں میں بند ہیں اللہ اُن کی مدد کرے جو شہدا شہید ہو گئے ہیں اللہ تعالیٰ اُن کی بیواؤں کی اور اُن کے بچوں کی کفالت اور حفاظت فرمائے۔ اس نیت سے آپ اس کو اور پڑھ لیا کریں یہ بھی چار رکوع کی سورت ہے پانچ چھ منٹ اس پر لگتے ہیں جو حفظ کر چکے ہیں اُنھیں تو آسانی ہے ناظرہ والے بھی پڑھ لیا کریں دیکھ کر تو کوئی حرج نہیں اور کوئی نہ پڑھ سکتا ہو تو بھی کوئی حرج نہیں لیکن کچھ لوگ پڑھ لیں تو انشاء اللہ سب کو فائدہ ہوگا۔

عصر بعد کا معمول.... ختمِ خواجگان :

اور عصر کی نماز کے بعد ختمِ خواجگان ہوتا ہے ہمارے مشائخ چشت رحمہم اللہ کا پسندیدہ عمل رہا ہے تمام بزرگانِ دین اور تمام علمائے دیوبند کا پسندیدہ عمل ہے وہ مختصر سی دُعاء ہے **لاحول ولا قوۃ الا باللہ لا ملجأ ولا منجا من اللہ الا الیہ** یہ تین سو ساٹھ دفعہ پڑھی جاتی ہے سورہ الم نشرح اس کے بعد ۳۶۰ دفعہ پڑھی جاتی ہے پھر یہی دُعا دوبارہ ۳۶۰ دفعہ پڑھی جاتی ہے اور اس پورے عمل کے شروع میں اور آخر میں دس دفعہ دورد شریف پڑھا جاتا ہے اس کا یہ طریقہ کر لیں کہ نمازِ عصر کی دعا سے پہلے پہلے اپنی جگہ بیٹھ کر سب طالب علم دو دفعہ بھی پڑھ لیں تو پورا ہو جائے گا بلکہ ۳۶۰ سے زیادہ ہو جائے گا تو کئی ختم ہو جائیں گے اسی طرح سورہ الم نشرح ہر طالب علم اپنی جگہ بیٹھا دو دفعہ پڑھ لے۔ اور پھر

بھی دُعا دو دفعہ پڑھ لے اور دس دس دفعہ درود شریف کوئی سا بھی پڑھ لے، تو عام طور پر جو وظیفہ پڑھا جاتا ہے عصر کے بعد اُس میں دو منٹ یا تین منٹ کا اضافہ کرنا پڑے گا بس امام صاحب دو تین منٹ کا اضافہ کردیں گے اور اندازہ ہو ہی جائے گا کہ سب نے پڑھ لیا ہے اور آخر میں دُعا ہو جائے گی۔ اس دُعاء میں مجاہدین کے لیے دینی اداروں کے لیے اہلِ حق کے لیے دُعاء کرلیا کریں۔ پہلے تو ہم یہ گٹھلیوں سے کرتے تھے اب ماشاء اللہ طالب علم کافی ہیں اب گٹھلیوں کی ضرورت نہیں ہے بس نماز کا سلام پھیرنے کے بعد جس طرح کوئی اور وظیفہ پڑھتے ہیں۔ اس کا بھی معمول بنالیں اور یہ دُعاء بہت سوں کو یاد ہے جن کو یاد نہیں تو ہمارے مولوی خلیل صاحب بلیک بورڈ پر لکھ دیں گے، یہ تو عصر کا معمول ہو گیا۔

مغرب بعد کا معمول :

اب مغرب کے بعد یہ معمول ہے کہ سورۂ واقعہ پڑھ لیں اور سورۂ مزمل پڑھ لیں۔ سورۂ واقعہ کے بارے میں حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو اس کی تلاوت کرے گا اُس پر کبھی فاقہ نہیں آئے گا یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ ایک صحابی ہیں اُن کی بہت ساری بیٹیاں تھیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اُن کو پیسے دے دیے اور فرمایا کہ تمہاری بیٹیاں بہت ساری ہیں یہ تم رکھ لو تو انھوں نے کہا کہ ہمیں ضرورت ہی نہیں ہے اس لیے کہ میں نے اپنی ہر بیٹی کو سورۂ واقعہ یاد کرائی ہوئی ہے بس وہ پیسے ہی نہیں لیے انھوں نے، ایسا بڑا ایمان ہے، کیا اطمینان ہے کہنے لگے میں نے تو اصل چیز دے دی ہے ہر بیٹی کو سورۂ واقعہ یاد کرا رکھی ہے اور نبی علیہ السلام کا یہ وعدہ ہے اس لیے انھیں ضرورت نہیں۔ تو یہ دو سورتیں پڑھ لیا کریں۔

عشاء کے بعد کا معمول :

اور عشاء کے بعد سونے سے پہلے سورہ ملک اور سورۂ الم سجدہ ان دو صورتوں کی فضیلت حدیث شریف میں آئی ہے کہ اگر یہ کوئی آدمی پڑھے گا قبر کے عذاب سے بچ جائے گا اور حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ قبر میں جب فرشتہ عذاب کا آئے گا تو یہ اس کو چھپالے گی اللہ تعالیٰ ان کو شکل عنایت فرمائیں گے متشکل ہو جائے گی اور پھر یہ بھی آتا ہے کہ اگر وہ دائیں سے آئے گا تو یہ کھڑی ہو جائے گی بائیں سے آئے گا تو یہ کھڑی ہو جائے گی سر کی طرف سے آئے گا تو یہ کھڑی ہو جائے گی پاؤں کی طرف سے آئیگا تو یہ کھڑی ہو جائیگی۔ آخر وہ دور ہی سے سوال کرے گا قریب نہیں آنے دے گی۔ اور یہ بھی آتی ہے فضیلت کہ جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے لیے سختی کا معاملہ یا اعلان فرمائیں گے یا ارادہ فرمائیں گے کہ اس کو عذاب دینا ہے تو یہ مناظرہ کے لیے بیچ میں آجائے گی اللہ سے اور اللہ سے کہے گی کہ اس کو جنت میں بھیج دے پھر یہ کہے گی اللہ سے کہ یا تو مجھ کو مٹا دے یا اسے جنت میں بھیج دے یہ تو اللہ کا کلام ہے اللہ تعالیٰ سے جب یہ بات کہے گی تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے جا جنت میں لے جا تو یہ اس طرح سے چھڑا کر لے جائے گی۔ اس لیے اس کا بھی معمول اور اس کی

عادت بنالینی چاہیے سونے سے پہلے سورۂ ملک اور سورۂ الم سجدہ جو اکیسویں پارہ میں آتی ہے وہ پڑھ لیا کریں دیکھ کر، دیکھ کر پڑھیں گے تو کچھ دنوں میں زبانی یاد ہو جائے گی۔ یہ معمولات تھے جو ہم ہر سال طالب علموں کو بتاتے ہیں اور ماشاء اللہ طالب علم اس پر عمل کرتے ہیں اور آپ لوگ بھی انشاء اللہ اس پر عمل کریں گے۔

ہفتہ وار مجلسِ ذکر :

اور ہر ہفتہ مغرب کے بعد درسِ حدیث اور مجلسِ ذکر ہوتی ہے۔ یہ ہمارا ہفتہ وار پروگرام ہوتا ہے۔ یہ چند ہمارے معمولات ہیں جن پر پابندی کے ساتھ عمل کرتے رہیں اور ہمیں بھی دُعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک اعمال کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ اس وقت تو یہی عرض کرنا تھا اس کو رسم میں تو کہتے ہیں افتتاحی بیان یا افتتاحی خطاب بہر حال اللہ تعالیٰ جیسے ابتداء اچھی کر رہا ہے ویسے ہی آگے بھی انجام اچھا فرمادے سب لوگ دُعا کرلیں۔

اختتامی دُعاء.........................

☆☆☆

وفیات

حضرت اقدس مولانا سید حامد میاں صاحب ؒ کے دیرینہ رفیق اور عراق میں پاکستان کے سابق سفیر جناب معز الدین صاحب گزشتہ ماہ تقریباً سو برس کی عمر پا کر انتقال فرما گئے اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم بہت بامروت اور وضعدار انسان تھے، اخلاقی خوبیوں نے اُن کو ہر دل عزیز بنادیا تھا۔ بڑے حضرت ؒ سے بے انتہا عقیدت ومحبت رکھتے تھے یہی وجہ ہے کہ حضرت ؒ کے قائم کردہ جامعہ مدنیہ جدید کے مشن کی ترقی کے لیے ہر وقت دُعاء گو رہتے تھے اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرماکر جنت الفردوس میں جگہ عطاء فرمائے، اُن کے صاحبزادگان اور دیگر پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق نصیب ہو۔

☆

۳۰ رجنوری کو جامعہ مدنیہ جدید کے مخلص رضا کار اور محکمہ ٹیلی فون کے ملازم بشارت علی صاحب کے والد صاحب مختصر علالت کے بعد انتقال فرما گئے اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق نصیب ہو۔

جامعہ مدینہ جدید اور خانقاہ حامدیہ میں جملہ مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب اور دُعاء مغفرت کرائی گئی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆

"موت العالِم موت العالَم"

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ وفات پاگئے

گزشتہ ماہ کی ۲۶ رتاریخ کو چکوال میں حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ طویل علالت کے بعد وفات فرما گئے اناللہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت قاضی صاحب شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز کے خلیفہ تھے۔ آپ " تحریکِ خدام اہلِ سنت " کے بانی اور امیر تھے۔ حق کا بانگ دہل اظہار آپ کا خصوصی امتیاز تھا، باطل کے لیے آپ کی ذات شمشیرِ برہنہ کی حیثیت رکھتی تھی۔ دین حق کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی کے لیے آپ ہمہ وقت تیار رہتے تھے، متعدد بار قید و بند کی صعوبتیں بھی اُٹھانا پڑیں اس پیرانہ سالی میں بھی آپ کی استقامت قابلِ رشک تھی۔ آپ کی وفات سے پیدہ ہونے والا خلاء بہت دیر میں پُر ہوگا۔ پاکستان میں آپ حضرت شیخ العرب والعجم قدس سرہ العزیز کے آخری خلیفہ تھے اس اعتبار سے یہ حادثہ مزید اندوھناک ہوگیا ہے۔ دُعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے وجود سے وابستہ برکات کے سلسلہ کو اپنے فضل وکرم سے جاری وساری رکھے۔ آپ کے اہلِ خانہ اور دیگر وابستگان کو ہر قسم کی محرومی سے بچائے رکھے آمین۔ جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہ حامدیہ میں حضرتؒ کے لیے ایصالِ ثواب اور دُعاءِ مغفرت کرائی گئی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب مہتمم جامعہ مدنیہ جدید ہر انگریزی مہینے کی پہلی اتوار کو ظہر کی نماز کے بعد بمقام A-537 فیصل ٹاؤن نزد جناح ہسپتال مستورات کو حدیث شریف کا درس دیتے ہیں۔ خواتین کو شرکت کی عام دعوت ہے۔ (ادارہ)

قسط : ۲

ہندوستان اور پاکستان کے علماء کرام نے جہاں موجودہ دور کے اقتصادی اور معاشی نظام میں غلط اور حرام چیزوں کی نشاندہی فرمائی ہے وہیں اسلامی قوانین کی روشنی میں ان کی جائز اور قابلِ عمل متبادل صورتیں بھی پیش فرمائی ہیں جس سے مغرب کے ظالمانہ سرمایہ دارانہ نظام کی خرابیاں مزید کھل کر سامنے آجاتی ہیں اور اسلام کے اقتصادی نظام کی ہمہ جہتی بھی خوب اُجاگر ہو جاتی ہے اس موضوع کی مخصوص اہمیت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ادارہ اسلامی اقتصادی اور بینکاری کے ماہر علماء کرام کو اپنی قیمتی تحقیق اور تجاویز کو منظرِ عام پر لانے کے لیے اپنی خدمات پیش کرنا ہے تاکہ اس کا دائرہ وسیع ہو کر اس کے مخفی گوشوں کو مزید اُجاگر کردے تاکہ وہ ایک دوسرے کے نکتہ نظر سے آگاہ ہو سکیں اور آراء کا باہمی اختلاف کم سے کم ہو کر یک جہتی پیدا کردے اور خوب سے خوب تر کا حصول آسان ہو جائے۔

زیرِ نظر مضمون جامعہ مدنیہ لاہور کے مفتی حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالواحد صاحب مدظلہم کا تحریر کردہ ہے اور موجودہ دور میں جدید اسلامی بینکاری سے متعلق ہے۔ ادارہ دیگر اہلِ علم کی اسلامی اقتصادی اور معاشی تحقیقات کو بھی منظرِ عام پر لانے کی خدمت میں خوشی محسوس کرے گا۔ (ادارہ)

پاکستان میں رائج کردہ اسلامی بینکاری

کے چند واجبِ اصلاح اُمور

﴿ حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالوحد صاحب ﴾

3۔ مرابحہ میں سرمایہ کاری :

12 سال پیشتر مولانا تقی عثمانی مدظلہ کے دارالعلوم میں ''مجلس تحقیق مسائل حاضرہ'' نے مرابحہ مؤجلہ کے ذریعہ سرمایہ کاری کے تحت یہ تجویز دی :

''مثلاً ایک کاشتکار بینک سے ٹریکٹر کی خریداری کے لیے قرض لینا چاہتا ہے تو بینک اس کو قرض دینے کے بجائے خود ٹریکٹر خرید کر بصورتِ مرابحہ مؤجلہ فروخت کردے گا''۔

''بینک کے لیے از خود تمام مطلوبہ اشیاء کی خریداری براہ راست مشکل ہے اس لیے وہ مطلوبہ اشیاء کی خریداری کے لیے خود عمیل کو اپنا وکیل بنادے گا اور یہ عمیل پہلے وہ چیز مثلاً ٹریکٹر بینک کے وکیل

کی حیثیت سے خرید کر قبضہ میں لے لے گا اور خریداری کی تکمیل پر بینک کو مطلع کر دے گا کہ میں نے وکالت کی بنیاد پر آپ کے لیے ٹریکٹر خرید کر اپنے قبضہ میں لے لیا ہے اور اب میں وہ ٹریکٹر آپ سے اپنے لیے خریدنا چاہتا ہوں"۔(احسن الفتاوی ج7 ص119)

مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ نے اس پر حاشیہ لکھا :

"مجلس نے یہاں یہ اضافہ بھی کیا تھا جو غالباً سہواً تحریر سے رہ گیا ہے۔ بینک عمیل کے قبضہ کی تصدیق کے لیے اپنا کوئی نمائندہ بھیجے گا جو قبضہ ثابت ہونے پر اس کا سرٹیفکیٹ دے گا"۔(احسن الفتاوی ج7 ص119)

میں کہتا ہوں یہ تو واقعی بات ہے کہ مجلس کی کارروائی کے دوران وہ اضافہ کیا گیا تھا جو مفتی صاحب رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے اور میں نے اجلاس کے دوران بھی اور اجلاس کے بعد تحریراً بھی اس نکتہ پر تاکید کی تھی۔ اب عمران اشرف صاحب کی کتاب دیکھ کر اندازہ ہوا کہ وہ اضافہ زبانی طور پر تو تسلیم کر لیا گیا تھا لیکن دارالعلوم کے حضرات دل سے متفق نہ تھے اس لیے تجاویز تحریر کرتے ہوئے بھی اس نکتہ کو نظر انداز کیا گیا اور پھر عمران اشرف صاحب نے بھی اپنی کتاب لکھتے ہوئے اس کو بالکل نظر انداز کر دیا، لکھتے ہیں :

"An agency agreement is signed by both parties in which the institution appoints the client as his agent for purchasing the commodity on its behalf.

The client purchases the commmodity on behalf of the institution and takes possession as the agent of the institution.

The client informs the institution that he has purchased the commodity and simultaneously makes an offer to purchase it from the institution."

(Islamic Banking:p.127)

"دو پارٹیاں (یعنی بینک اور عمیل) ایک وکالت نامہ پر دستخط کریں گے جس کے تحت بینک عمیل کو بینک کے لیے سودا خریدنے کی خاطر اپنا وکیل مقرر کرتا ہے۔

عمیل بینک کے لیے وہ سامان خریدتا ہے اور بینک کے وکیل کے طور پر اس سامان پر قبضہ کرتا ہے۔

پھر عمیل بینک کو اطلاع دے گا کہ اس نے سامان خرید لیا ہے اور ساتھ ہی بینک سے اس کو خریدنے کی پیش کش بھی کرتا ہے۔"

یہ صحیح ہے کہ قبضہ کی تصدیق کرانا مرابحہ سرمایہ کاری کی جو theory ہے اس کا حصہ نہیں ہے صرف تحفظ کی خاطر ہے تاکہ عمیل کے جھوٹ اور فریب سے بچاؤ ہو سکے لیکن عثمانی صاحبان نظریاتی تصویر کو ہر حال میں مجسم شکل میں دیکھنے کا جو جذبہ رکھتے ہیں اس کی وجہ سے وہ اس دور کے لوگوں کے طور طریقے اور ان کی روش میں کجی کو نظر انداز کرنے کو تیار ہیں اور کر بھی رہے ہیں۔

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے معاشرے میں غلط بیانی کوئی بڑی چیز نہیں ہے۔ جعلی رسیدیں اور واؤچر بنانا عام معمول کا حصہ ہے۔ ان حالات میں ایک اہم اور انقلابی نظام کو ایسے لوگوں کے سہارے پر چھوڑ دیا جائے تو اس نظام کی شکل بننے سے پہلے ہی بگڑنے کا قوی اندیشہ ہے جو قریب قریب یقین کے ہے۔ بلکہ موجودہ حالات میں تو بینک کے نمائندے کی تصدیق پر بھی اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ کسی بھی شخص کی جیب میں پانچ سو یا ہزار کا نوٹ ڈالا جائے تو وہ دستخط کیوں نہ کرے یا کب تک نہ کرے؟ میزان بینک اور البرکہ بینک میں جس قسم کا عملہ موجود ہے وہ City Bank (سٹی بینک) یا Hong Kong Bank (ہانگ کانگ بینک) سے مختلف نہیں ہے۔ اس کی وضع قطع اور اس کی ہیئت سے ایسا کوئی تاثر نہیں ملتا کہ وہ کوئی مشنری (Missionary) جذبہ رکھتا ہے جبکہ انقلابی قسم کے کاموں کی کامیابی کا انحصار ان لوگوں پر ہوتا ہے جو انقلابی ذہن اور مشنری جذبہ رکھتے ہوں۔ محض professionals سے ایسی توقع نہیں کی جا سکتی اور اگر بالفرض تصدیق کنندہ دیانتدار بھی ہو تب بھی اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ عمیل نے سابقہ پڑا ہوا مال نہ دکھا دیا ہو یا کسی سے وقتی عاریت کے تحت لے کر نہ دکھا دیا ہو۔

ان قوی خطرات کے ہوتے ہوئے موجودہ حالات میں اسلامی بینکاری کی عملی شق پر کیسے اطمینان کیا جا سکتا ہے؟ اسی سوال کا متعلقہ حلقوں سے ہمیں کبھی جواب نہیں ملا۔

4۔ یومیہ سرمایہ کی بنیاد پر نفع کی تقسیم: (On the Basis of Daily Products)

کھاتہ داروں کو جب اور جتنی بھی رقم ہو جمع کرانے پر آمادہ کرنے کے لیے مروجہ بینکوں نے یومیہ سرمایہ کی بنیاد پر نفع دینے کی سکیم نکالی۔ عمران اشرف صاحب اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

"Many financial institutions finance the working capital of an enterprise by opening a running

account for them from where the clients draw different amounts at different intervals,but at the same time,they keep returning their surplus amounts.Thus the process of debit and credit goes on upto the date of maturity,and the interest is calculated on the basis of daily products.Can such an arrangement be possible under the musharakah or mudarabah modes of financing(Islamic Banking.p:177)

If such an arrangement is agreed upon between the parties,it does not seem to violate any basic principle of the musharakah.-------practically,it means that the parties have agreed to the principle that the profit accrued to the musharakah portfolio at the end of the term will be divided based on the average capital utilized per day,which will lead to the average of the profit per rupee per day will be multiplied by the number of days each invester has put his money into the business,which will determine his profit entitlement on daily product basis."(Islamic Banking p:178)

''بہت سے مالیاتی ادارے کسی کاروباری ادارے کے زیرِ گردش سرمایہ کو اس طریقے سے ترتیب دیتے ہیں کہ اس کا ایک رواں کھاتہ کھول دیتے ہیں جس میں سے کمپنی مختلف اوقات میں مختلف رقمیں نکالتے ہیں اور ساتھ ہی فاضل سرمایہ جمع بھی کراتے رہتے ہیں۔ غرض رقمیں جمع کرانے اور نکالنے کا عمل تاریخِ انتہا تک چلتا رہتا ہے اور یومیہ بنیادوں پر سود کا حساب لگایا جاتا ہے۔ کیا ایسا معاملہ مشارکہ اور مضاربہ کی سرمایہ کاری میں بھی کیا جا سکتا ہے۔

اگر پارٹیوں کے درمیان ایسے معاملہ پر اتفاق ہو جائے تو اس سے مشارکت کے کسی بنیادی ضابطہ کی مخالفت نہیں ہوتی۔ عملی طور پر اس کا مطلب یہ ہے کہ پارٹیوں نے اس قاعدہ وضابطہ پر اتفاق کر لیا ہے کہ مشارکہ کے کھاتے میں مدت کے آخر میں جو نفع جمع ہوا ہو وہ اس بنیاد پر تقسیم ہوگا کہ اوسطاً فی یوم کتنا سرمایہ استعمال ہوا ہے۔ اس سے فی یوم فی روپیہ حاصل ہونے والے نفع معلوم ہوگا جس کو ان ایام کے عدد سے ضرب دیں گے جن میں ہر سرمایہ کار نے اپنا سرمایہ کاروبار میں لگایا ہے۔ اس سے یومیہ بنیادوں پر نفع کی تعیین کی جا سکے گی۔"

اس پر عمران اشرف صاحب نے پھر خود ہی ایک اعتراض وارد کر کے اس کا جواب دیا ہے۔ اعتراض یہ ہے کہ شراکت میں تو شریکوں کے راس المال کا علم ہوتا ہے جبکہ اس نظام میں کھاتہ دار رقمیں نکالتے اور جمع کراتے رہتے ہیں اس لیے مشارکت میں داخل ہوتے وقت ان کے سرمایہ کی مقدار مجہول ہوتی ہے اور اس جہالت سے مشارکت باطل ہو جاتی ہے پھر اس کے جواب میں علامہ کاسانی رحمہ اللہ کا حوالہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ جہالت مفضی الی النزاع نہیں ہے کیونکہ جب سامان خریدا جاتا ہے تو مقدار کا علم ہو ہی جاتا ہے۔ لکھتے ہیں :

"But the proposed running account of musharakah where the partners are coming in and going out every day,nobody has undertaken to contribute any specific amouut. Therefore the capital contributed by each partner is unknown at the time of entering into Musharakah which should render the Musharakah invalid.

The answer to the above objection is that the classical scholars of Islamic Fiqh have different views about whether it is necessary for a valid Musharakah that the capital is pre-known to the partners.The Hanafi Scholars are unaminous on the point that it is not a pre-condition.Al-kasani, the famous Hanafi jurist writes :

"According to our Hanafi school,it is not a condition for the validity of Musharakah that the amount of capital is known,while it is a condition according to Imam Shafi.Our argument is that Jahalah(uncertainty)in itself does not render a contract invalid, unless it leads to disputes.And the uncertainty in the capital at the time of Musharakah does not lead to disputes,because it is generally known when the commodities are purchased for the Musharakah,therefore it does not lead to uncertainty in the profit at the time of distribution."(Islamic Banking:pp.179-180)

"لیکن مشارکہ کا مجوزہ رواں کھاتہ جس میں شریک روزانہ داخل اور خارج ہوتے رہتے ہیں کوئی بھی شریک اس میں متعین رقم جمع کرانے کی ذمہ داری نہیں لیتا ہے۔اس لیے مشارکہ شروع کرنے کے وقت ہر شریک کا راس المال (سرمایہ) کی مقدار نا معلوم ہے جس کی وجہ سے مشارکہ فاسد ہو جانا چاہیے۔

مذکورہ بالا اعتراض کا جواب یہ ہے کہ فقہ اسلامی کے قدیم محققین کا اس بارے میں اختلاف رائے ہے کہ مشارکہ کے جواز کے لیے آیا شرکاء کے راس المال کا پہلے سے معلوم ہونا شرط ہے یا نہیں۔حنفی علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ شرط نہیں ہے۔مشہور حنفی فقیہ علامہ کاسانی" لکھتے ہیں :

ہمارے حنفیہ کے مطابق مشارکہ کے جواز کے لیے یہ کوئی شرط نہیں ہے کہ راس المال کی مقدار معلوم ہو اگرچہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ شرط ہے۔ہماری دلیل یہ ہے کہ جہالت بذات خود عقد کے لیے موجب فساد نہیں ہوتی بلکہ صرف اسی وقت ہوتی ہے جب وہ نزاع کا باعث بنے۔ اور مشارکہ کے شروع میں راس المال کے بارے میں جہالت نزاع کا باعث نہیں ہوتی کیونکہ (مشارکہ کے تحت) جب سامان خریدا جاتا ہے تو اس کا علم ہو جاتا ہے لہٰذا نفع کی تقسیم میں وہ جہالت کا باعث نہیں ہوتی۔"

ہمیں افسوس ہے کہ علامہ کاسانی رحمہ اللہ کی عبارت کا جو مطلب مولوی عمران اشرف صاحب نے بتایا ہے ہم اس سے اتفاق نہیں کر سکے۔ علامہ کاسانی رحمہ اللہ کی عبارت یوں ہے :

ولنا ان الجھالة لا تمنع جواز العقد لعينها بل لافضائها الى المنازعة وجهالة رأس المال وقت العقد لا تفضى الى المنازعة لانه يعلم مقداره ظاهرا وغالبا لان الدراهم والدنانير توزنان وقت الشراء فيعلم مقدارها فلا يؤدى الى جهالة مقدار الربح وقت القسمة.(بدائع الصنائع ج6 ص63)

ترجمہ : ''ہماری دلیل یہ ہے کہ جہالت بذاتِ خود عقد کے جواز کے مانع نہیں ہوتی بلکہ مفضی الی المنازعہ ہونے کی وجہ سے مانع ہوتی ہے۔ اور عقد کے وقت راس المال کی مقدار کی جہالت مفضی الی المنازعہ نہیں کیونکہ عام طور سے سامان کی خرید کے وقت چونکہ دراہم ودنانیر کو تولا جاتا ہے اس لیے اس وقت اس کی مقدار معلوم ہو جاتی ہے لہٰذا نفع کی تقسیم کے وقت نفع کی مقدار بھی مجہول نہیں رہتی۔''

علامہ کاسانی رحمہ اللہ کی مراد یہ ہے کہ عقد کے وقت سرمایہ کی مقدار کا تفصیلی علم ہونا شرط نہیں۔ یہ کہنا کہ عقد کے وقت مقدار کا اجمالی علم بھی شرط نہیں ہے بلا دلیل ہے۔ دیکھئے علامہ رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں کہ خریداری کے وقت چونکہ دراہم ودنانیر کا وزن کیا جاتا ہے تو اس وقت ان کی مقدار کا علم جو کہ تفصیلی علم ہے ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ وہ دراہم ودنانیر ہیں جو عقد کے وقت سامنے رکھ دیے گئے کہ ان کے ساتھ مشارکت ہوگی۔ غرض عقد کے وقت دراہم ودنانیر سامنے ہونے کی وجہ سے یا اُن کی طرف اشارہ ہونے کی وجہ سے اُن کی مقدار کا اجمالی علم تو ضرور ہوا جبکہ یومیہ بنیاد کے مسئلہ میں عقد کے وقت سرمایہ کی مقدار کا نہ تو اجمالی علم ہے اور نہ تفصیلی علم ہے۔

آخر شرکت عنان بالاموال کی حقیقت یہی تو ہے کہ کم از کم دو فریق اپنے متعین سرمائے اس عقد میں متفق علیہ مدت تک کے لیے مخصوص کرلیں اور ان کی بنیاد پر (اور ضرورت ہو تو عمل کی وجہ سے بھی) اپنے لیے نفع کی شرح طے کریں۔ علامہ کاسانی رحمہ اللہ کے دور میں یومیہ بنیاد (Basis of daily products) کا تو وجود نہیں تھا لہٰذا کیسے سوچا جا سکتا ہے کہ ان کے دور میں دو آدمی آپس میں مشارکت کا عقد تو کریں لیکن عقد کے وقت نہ تو ان کو سرمایہ کی مقدار کا کچھ اندازہ ہو اور نہ ہی نفع کی کوئی شرح طے کریں۔ غرض علامہ کاسانی رحمہ اللہ کی عبارت کو عمران اشرف صاحب اپنے حق میں لائیں یہ کسی طرح درست نہیں ہے۔ یومیہ بنیاد (Basis of daily products) پر عمران اشرف صاحب نے خود ہی ایک اور اعتراض نقل کیا ہے جو یہ ہے :

"Some contemporary scholars do not allow this method of calculating profits on the ground that it is just a conjectural method,which does not reflect the actual profits really earned by a partner of the Musharakah. Because the business may have earned huge profits during a period when a particular investor had no money invested in the business at all or had a very insignificant amount investsd,still,he will be treated at par with other investors who had huge amounts invested in the business during that period.Conversely,the business may have suffered a great loss during a period when a particular investor had huge amounts invested in it.Still,he will pass on some of his loss to other investor who had no investment in that period or their size of investment was insignificant."

"چند ہم عصر علماء نفع کی تعیین کے اس طریقے کو جائز نہیں سمجھتے کیونکہ ان کے خیال میں یہ ایک محض تخمینی طریقہ ہے جس سے مشارکہ میں کسی شریک کا کمایا ہوا حقیقی نفع معلوم نہیں ہوتا۔ وجہ یہ ہے کہ یہ ممکن ہے کہ کاروبار میں بہت زیادہ نفع ان دنوں میں ہوا ہو جب ایک شریک کا سرے سے یا تو سرمایہ ہی موجود نہ ہو یا ہو تو اتنا تھوڑا کہ قابلِ ذکر ہی نہ ہو۔ اس کے باوجود اس کو ان دوسرے شرکاء کے برابر سمجھا جائے گا جنھوں نے اس مدت میں بہت بڑی مقدار میں سرمایہ لگایا ہو۔ اس کے برعکس صورت میں یہ ممکن ہے کہ کاروبار کا اس مدت میں بہت زیادہ نقصان ہوا ہو جب ایک شریک کا بہت زیادہ سرمایہ لگا ہو۔ اس کے باوجود اس کا کچھ نقصان ان دیگر شرکاء کو منتقل کر دیا جائے گا جن کا اس مدت میں کچھ بھی سرمایہ نہ ہو یا ہو تو بہت تھوڑا جو نا قابلِ ذکر ہو۔"

ہم کہتے ہیں اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ اس طریقے سے کسی شریک کے واقعی نفع کی صحیح مقدار معلوم نہیں ہوتی

کیونکہ فرض کریں مشارکت کی کل مدت ایک سو دن ہے۔ مدت کے شروع ہی میں عمر نے پانچ ہزار اور بکر نے دس ہزار جمع کرائے۔ اور پوری مدت میں کچھ رقم نہ نکلوائی۔ ان کے مقابلہ میں زید نے شروع میں پانچ ہزار جمع کرائے اور دس دن بعد وہ نکلوالیے۔ آخر کے دس دنوں میں پانچ ہزار روپے پھر جمع کرادیے۔

ان سو دنوں کا سرمایہ ہوا...... سولہ لاکھ

یعنی عمر کے 5000 روپے × 100 دن = 500,000 (5 لاکھ)

اور بکر کے 10,000 روپے × 100 دن = 10,00,000 (10 لاکھ)

اور زید کے 5,000 روپے × 20 دن = 100,000 (1 لاکھ)

100 دن میں کل 16 لاکھ روپے استعمال میں رہے تو ایک دن میں 16 ہزار روپے استعمال میں رہے۔ اگر کل نفع 8000 روپے ہو تو یومیہ بنیاد کے حساب سے عمر کا نفع ہوا 2500 روپے اور بکر کا ہوا 5000 روپے اور زید کا ہوا 500 روپے۔ اب یہ ممکن ہے کہ 8000 روپے کا نفع درمیان کے انہی دنوں میں ہوا ہو اور شروع و آخر کے دس دس دنوں میں کچھ بھی نفع نہ ہوا ہو۔ زید کو بلا وجہ دوسروں کے سرمایوں پر ہونے والے نفع میں سے 500 روپے مل گئے۔ ایسے ہی نقصان کی صورت میں ہو سکتا ہے۔

عمران اشرف صاحب اس اعتراض کا جواب یوں دیتے ہیں :

"This argument can be refuted on the ground that it is not necessary in a Musharakah that a partner should earn profit on his own money only.Once a Musharakah pool comes into existence all the participants,regardless of whether their money is or is not utilized in a particular transaction earn the profits accruing to the joint pool.This is particularly true of the Hanafi school,which does not deem it necessary for a valid Musharakah that the monetary contribution of the partners are mixed up together." (Islamic Banking:p178)

"ان علماء کی دی ہوئی دلیل کو اس بنیاد پر رد کیا جا سکتا ہے کہ مشارکہ میں یہ تو ضروری ہے ہی نہیں کہ

شریک صرف اپنے سرمایہ پر نفع کمائے۔ جب ایک دفعہ مشارکہ طے ہو جاتا ہے تو تمام ہی شرکاء اس سے قطع نظر کرتے ہوئے کہ کسی خاص عقد میں ان کا سرمایہ استعمال ہوا ہے یا نہیں مشارکہ سے حاصل ہونے والے نفع میں حصہ دار ہوتے ہیں۔ یہ بات خاص طور پر حنفیہ کے نزدیک زیادہ مؤثر ہے کیونکہ ان کے یہاں مشارکہ کے جواز کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ تمام شرکاء کے سرمایوں کو مخلوط کر دیا جائے۔"

ہم کہتے ہیں عمران اشرف صاحب کے اس جواب کا حاصل یہ ہے کہ مشارکت میں یہ ضروری نہیں کہ ہر شریک صرف اپنے سرمایہ پر نفع حاصل کرے۔ شراکت کے بعد اگرچہ صرف ایک شریک کا سرمایہ استعمال ہوا ہو لیکن نفع میں دیگر شرکاء بھی شریک ہوتے ہیں۔

عمران اشرف صاحب نے مشارکت کا ضابطہ تو بتایا لیکن وہ اس کا تجزیہ نہیں کر پائے کہ زید نے جب دس دن کے بعد اپنی رقم نکلوالی تو آیا شریعت کی نظر میں شراکت باقی بھی رہی یا نہیں۔ ظاہر ہے کہ اس طرح سے تو شراکت ہی ختم ہو جاتی ہے خصوصاً جب کہ Sleeping partner ہو اور وہ اپنا کل سرمایہ Active partner سے واپس لے لے۔ اگر کل سرمایہ واپس نہ لے نصف واپس نکلوالے تب بھی سابقہ مشارکت تو باطل ہو گئی کیونکہ سرمایوں کے نئے تناسب سے نئے عقد کی ضرورت ہوگی۔

غرض عمران اشرف صاحب کے تمام دلائل بے بنیاد ہیں۔ البتہ آخر میں وہ ایک اور دلیل دیتے ہیں جو آدمی کو غور کرنے پر مجبور کرتی ہے اور وہ یہ کہ یہ ایک جدید صورت ہے اور حدیث اَلْمُسْلِمُوْنَ عِنْدَ شُرُوْطِهِمْ کے تحت مسلمان اگر اس پر اتفاق کرلیں تو جبکہ کسی حرام کی تحلیل اور حلال کی تحریم لازم نہیں آتی اس کے اختیار سے کوئی مانع نہیں ہے۔ وہ لکھتے ہیں :

"In the proposed system,all the partners are treated at par.The profit of each partner is calculated on the basis of the period for which his money remained in the joint pool.There is no doubt that the aggregate profits accrued to the pool is generated by the joint utilization of different amounts contributed by the participants at different times.Therefore,if all of them agree with mutual consent to distribute the profits on daily products basis, there is no injunction of shariah which makes it

impermissible,rather it is covered under the general given by the Holy Prophet صلی اللہ علیہ وسلم guidelines in his famous hadith,as follows:"Muslims are bound by their mutual agreements unless they hold a permissible thing as prohibited or a prohibited thing as permissible."

''مجوزہ نظام میں تمام شرکاء سے یکساں معاملہ کیا جاتا ہے۔ ہر شریک کا نفع اس مدت کی بنیاد پر لگایا جاتا ہے جس میں اس کا سرمایہ مشترکہ کھاتہ میں جمع رہا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مشارکہ میں کل نفع مختلف اوقات میں جمع کرائی گئی مختلف رقموں کے استعمال سے حاصل ہوا ہے۔ اس لیے اگر سب کی اس پر باہمی رضامندی ہو کہ وہ یومیہ سرمایہ کی بنیاد پر آپس میں نفع تقسیم کریں گے تو شریعت کی کوئی نص ایسی نہیں ہے جو اس کو ناجائز قرار دیتی ہو بلکہ یہ تو نبی ﷺ کی ایک مشہور حدیث کہ مسلمان اپنی طے کی ہوئی شرطوں کے پابند ہیں جب تک وہ کسی حلال چیز کو حرام نہ کرلیں اور کسی حرام چیز کو حلال نہ کرلیں سے ثابت شدہ ضابطہ کے تحت داخل ہے۔''

لیکن ہم اُوپر بتا چکے ہیں کہ اس نظام کے تحت کسی اور کا حاصل کیا ہوا نفع دوسرے کو دے دیا جاتا ہے اور کسی اور کو ہونے والے نقصان کا کچھ حصہ دوسرے کے سر بھی ڈال دیا جاتا ہے۔ یہ بات یقیناً جائز نہیں ہے۔ اس وجہ سے مذکورہ صورت کو حدیث اَلْمُسْلِمُوْنَ عِنْدَ شُرُوْطِهِمْ کا مصداق سمجھنا درست نہیں ہے۔

آخر میں عمران اشرف صاحب نہ جانے کیوں بینکوں اور بینکاروں سے مرعوب ہو کر لکھتے ہیں :

" If distribution on daily products basis is not accepted,it will mean that no partner can draw any amount nor can he inject new amounts to the joint pool. Similarly,no body will be able to subscribe to the joint pool except at the paticular dates of the commencement of a new term.This arrangement is totally impracticable on the deposit side of the banks and financial institutions where the accounts

are debited and credited by the depositors many times a day.The rejection of the concept of the daily products will compel them to wait for months before they deposit their surplus money in a profitable account. This will hinder the utilization of savings for development of industry and trade,and will keep the wheel of financial activities jammed for long periods.There is no other solution for this problem except to apply the method of daily products for the calculation of profits,and since there is no specific injunction of Shariah against it,there is no reason why this method should not be adopted."

"اگر یومیہ سرمایہ کی بنیاد پر نفع کی تقسیم کو قبول نہ کیا جائے تو اس کا مطلب ہے کہ نہ تو کوئی شریک کوئی رقم نکلوا سکتا ہے اور نہ ہی مشترکہ فنڈ میں کوئی نئی رقم شامل کی جاسکتی ہے۔اسی طرح کسی کے لیے بھی ممکن نہ ہوگا کہ وہ مشترکہ فنڈ میں رقم جمع کرا سکے سوائے نئی میعاد کے شروع ہونے کی مقررہ تاریخوں میں۔بینکوں اور مالیاتی اداروں میں بچت جمع کرانے کے اعتبار سے یہ طریقہ سرے سے ناقابلِ عمل ہے جہاں بچت کنندگان ایک دن میں کئی کئی بار پیسے جمع کراتے ہیں اور نکلواتے ہیں۔یومیہ سرمایہ کے تصور کو رد کردینے سے بچت کنندگان مجبور ہوں گے کہ کسی نفع بخش کھاتہ میں فاضل سرمیہ جمع کرانے سے پہلے وہ مہینوں انتظار کریں۔یہ بات صنعت وتجارت کی ترقی کے لیے بچتوں کے استعمال سے مانع ہوگی اور اس طرح سے مالیاتی جدوجہد کے پہیے طویل مدتوں کے لیے بالکل جام ہو کر رہ جائیں گے۔اس مسئلہ کا اس کے علاوہ کوئی اور حل نہیں ہے کہ نفع کو معلوم کرنے کے لیے یومیہ سرمایہ کے طریقہ کو اختیار کیا جائے اور چونکہ اس کے خلاف شریعت کی کوئی نص موجود نہیں ہے لہٰذا اس کو اختیار نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔"

اُوپر یہ دکھانے کے بعد کہ یومیہ بنیادوں کا نظام واضح طور پر شریعت کے خلاف ہے ہمیں عمران اشرف صاحب کی اس انوکھی تقریر پر کچھ تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں سوائے اس کے کہ "یہ کسی عام بینکر کی زبان کے الفاظ تو ہوسکتے ہیں ایک عالمِ دین اور اسلامی بینکر کے نہیں۔" ☆☆☆ (جاری ہے)

ندوۃ العلماء لکھنؤ سے حضرت اقدس مولانا سید ابوالحسن علی ندوی قدس سرہ العزیز کے نواسہ حضرت مولانا سید سلمان صاحب ندوی مدظلہم کی ماہ دسمبر میں پاکستان آمد ہوئی، اس موقع پر ۲۸ر دسمبر کو جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ بھی تشریف لائے اپنی اس آمد پر جامعہ مدنیہ جدید کے اساتذہ کرام اور طلباء سے مفصل خطاب فرمایا۔ان کے قیمتی بیان کا متن قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے، پروگرام کے آخر میں حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب دامت برکاتہم نے اختتامی دُعاء فرمائی۔ (ادارہ)

طلب العلم

الحمد للّٰہ نحمدہ ونستعینہ و نستغفرہ ونومن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلامضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان سیّدنا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلی الہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ واھل بیتہ وبارک وسلم تسلیما کثیرا کثیرا امابعد !

میرے عزیز ساتھیو اور طالب علموں! اس جنگل میں منگل کا نظارہ کرتے ہوئے اور مدینہ منورہ سے نسبت رکھنے والے جامعہ مدنیہ جدید کے اس سادے سے ہال میں آپ سے ملتے ہوئے بڑی مسرت محسوس ہورہی ہے۔ یہ ملاقات ایک ایسی فضاء میں ہورہی ہے جو خالص دینی اور ایمانی ہے اور جس کا علوم نبویہ سے راست رابطہ ہے۔ آپ سب علوم نبویہ کے طلباء ہیں۔

دینی طلباء کا اعزاز :

اور حضور ﷺ کی اس حدیثِ پاک کے مصداق بننے کی تیاری میں لگے ہوئے ہیں جس میں حضور ﷺ نے فرمایا ان الملا ئکۃ لتضع اجنحتھا لطلا ب العلم رضا بما یصنع "فرشتے طالب علم کے لیے اپنے پر بچھا دیتے ہیں اُس کے عمل سے خوش ہو کر"۔ جو بات اس حدیث پاک میں فرمائی گئی ہے وہ اتنی عظیم خوشخبری ہے اور ایک ایسے عظیم اکرام کی خبر اس میں دی گئی ہے جس کا اس دنیا میں تصور بھی مشکل ہے لیکن چونکہ حدیث نبوی میں اس کا ذکر کیا گیا ہے اس لیے ہم اس کو مانتے ہیں ایمان لاتے ہیں اس کو تسلیم کرتے ہیں، ساتھ ہی ساتھ جب ہم اپنے اُوپر نگاہ ڈالتے ہیں تو بالکل ہم اپنے کو اس کا اہل نہیں پاتے کہ فرشتے ہمارے لیے فرش راہ ہو جائیں فرشتوں کا فرشِ راہ ہونا ایک ایسا اعزاز ہے جو دُنیا کے

کسی بادشاہ کو بھی نصیب نہیں ہوا کسی امیر کبیر کو بھی حاصل نہیں ہوا۔

دنیوی اعزاز :

بہت بڑا اعزاز کسی بادشاہ کا یہ ہوتا ہے کہ ریڈ کارپٹ (Red carpet) اُس کے لیے بچھا دیا جائے قالین بچھا دیے جائیں اُس کے راستے میں، لیکن اس کے راستہ میں انسان لیٹ جائے اپنے جسم کو بچھا دے یہ تو بہت دُور کی بات ہے تصور بھی اس کا کرنا محال ہے۔ ہم اپنے محاورہ میں یہ ضرور کہتے ہیں کہ ہم آپ کے لیے فرشِ راہ، ہم آپ کے لیے پلکیں بچھاتے ہیں لیکن بس یہ مجازی تعبیرات ہیں عملاً تو ایسا ہوتا نہیں اور اگر عملاً ایسا ہو تو کتنی آنکھیں کچل جائیں اور کتنے جسم زخمی ہو جائیں تو یہ ایک مجازی تعبیر ہے جو ہم اپنی زبان میں استعمال کرتے ہیں۔

مجازی معنی اور اُس کی تردید :

اور جس حدیثِ نبوی کا حوالہ دیا گیا ہے اُس کے بارے میں بھی ایک رُجحان یہ ہے کہ یہ مجازی تعبیر ہے یعنی جس طرح ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ کے لیے فرشِ راہ ہیں جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہم دل کے ساتھ آپ کا اعزاز کرتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم واقعۃً راستے میں لیٹ جاتے ہیں اور آپ ہمارے اُوپر سے گزرتے ہیں ایسے ہی حدیثِ نبوی کے بارے میں بھی بعض لوگوں نے یہ بات کہی۔ **ان الملا ئکۃ لتضع اجنحتھا لطلا ب العلم رضا بما یصنع** کا مطلب یہ ہے کہ فرشتے بڑی محبت کرتے ہیں بڑا اعزاز کرتے ہیں بڑی تکریم کرتے ہیں طلباء کی، بس اس تکریم اور اعزاز کو اس اسلوب میں بیان کیا گیا ہے جیسے بیٹے سے کہا گیا کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور ان کے لیے بچھ جاؤ **واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ** اپنا بازو اُن کے سامنے بچھا دو جھکا دو، وہاں پر بھی مقصود مجازی معنی ہے لیکن حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس مجازی معنی کی بڑی شدت سے تردید کی ہے۔

عبرتناک واقعہ :

اور اس سلسلے میں ایک واقعہ کا بھی تذکرہ کیا ہے کہ ایک شخص نے جو غالباً معتزلی تھا اور جو اس طرح کی باتوں کو خرافات شمار کرتا تھا اُس نے یہ کہہ دیا کہ اچھا میں اپنے پیروں سے فرشتوں کے بازو رَوندوں گا اس کے بعد اُس کا حال یہ ہوا کہ اُس کا پیر جذام کا شکار ہو گیا گوشت کٹ کٹ کر گرتا تھا ہڈیاں باہر آگئیں۔ خدا تعالیٰ نے اُس کو اس بے ادبی کی سخت سزا دی۔ بہرحال اکثر علماء اس حدیث کو حقیقت پر محمول کرتے ہیں کہ واقعۃً فرشتے اپنے بازو بچھا دیتے ہیں۔ یہ اتنا بلند طریقہ ہے اعزاز و اکرام کا کہ جس کے اہل وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو حضور ﷺ کی مجلس میں مخلصانہ اور صادقانہ آتے تھے اور

علم کی تحصیل کرتے تھے، ہم تو اس کے بارے میں تصور بھی نہیں کر سکتے اس کا استحقاق ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم کو، دیگر صحابہ کرام کو اور ابوہریرہ کو، ابن عمر کو، معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہم) کو اگر ہو تو ہوگا اور اس کے یقینا مستحق ہوں گے ان کا طلب علم بھی ایسا طلب علم تھا کہ جس پر فرشتوں کو رشک آتا تھا لیکن ہمارا طلب علم ایسا طلب علم ہے کہ جس پر ہمیں شرم آتی ہے جس کو "طلب" کہتے ہیں وہ ایک ایسی پیاس ہے جس کے نتیجے میں انسان بے تاب ہو جاتا ہے ایک ایسی بھوک ہے جو انسان کو تڑپاتی ہے جب وہ طلب پیدا ہو جاتی ہے تو کسی کل چین نہیں آتا جب تک آدمی اپنے مقصود کو حاصل نہ کر لے وہ مضطرب رہتا ہے، بے کل اور پریشان رہتا ہے طلب فی الحقیقت وہ ہے۔ اور اس طلب میں انسان پھر اپنی قیمتی سے قیمتی چیز کو قربان کر دیتا ہے بلکہ اپنی جان ہلکان کر دیتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ سے علم حاصل کرنے کے لیے ہدایت لینے کے لیے، آپ سے معرفت کے حصول کے لیے جو صحابہ کرام مختلف علاقوں سے آتے تھے جان پر کھیل کر آتے تھے اور پھر ہر قربانی کے لیے تیار رہتے تھے۔

نبی علیہ السلام کا مدرسہ اور عملی علم :

اس لیے کہ آپ کے دربار میں یا آپ کے مدرسہ میں جو علم عطا کیا جاتا تھا وہ علم خالصتاً تطبیقی تھا اور عملی تھا وہ علم درجوں میں کلاسوں میں مدرسہ کی چار دیواری کے اندر صرف نہیں دیا جاتا تھا اس علم کا معاملہ یہ تھا کہ ابھی اگر سبق پڑھایا گیا جہاد کا تو تھوڑی دیر کے بعد جہاد شروع ہو گیا اور وہی لوگ جو ابھی قرآن پاک کی آیتیں اور احادیث جہاد کے سلسلے میں پڑھ رہے تھے انہیں میدانِ بدر میں دیکھا گیا اُحد میں دیکھا گیا اُن کو خندق کے میدان میں دیکھا گیا انہیں قربانی دیتے ہوئے پایا گیا۔ جو لوگ۔ مشقت اور مجاہدے کا درس لے رہے تھے دیکھا گیا کہ وہ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لا رہے ہیں اینٹیں ڈھو رہے ہیں اور بڑی سخت ترین مشقتیں جھیل رہے ہیں۔ جنھوں نے سبق پڑھا زُہد کا فاقہ کشی کا تو اُن کے پیٹ پر دو پتھر بھی بندھے ہوئے نظر آ رہے ہیں یعنی جو پڑھ رہے ہیں اُس پر عمل بھی ساتھ ساتھ ہوتا چلا جا رہا ہے تو وہ ایسا مدرسہ تھا۔

مدرسہ صفہ میں داخلہ کا مطلب :

یعنی اُس مدرسہ میں جو طالب علم داخلہ لیتا تھا اُس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ وہ اپنی جان کو حضور پاک علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں پیش کر رہا ہے اپنے وجود کو پیش کر رہا ہے کہ اب آپ جو فرمائیں جس طرح چاہیں اِسے استعمال کریں۔ ظاہر ہے کہ آج کا طالب علم اس طرح اپنی جان کو اور اپنے مال کو تعلیم کے حوالے نہیں کرتا بلکہ یہ دور تو ایسا ہے کہ تعلیم کو ملازمت کے ساتھ جوڑ دیا گیا اور آج سکولوں اور کالجوں کی تعلیم تو ہوتی ہی اس لیے ہے کہ اس تعلیم کے بعد انسان کچھ کما سکے، ملازمت کر سکے یا تجارت کر سکے یا صنعت اختیار کر سکے اس تعلیم کو Job oriented education

کہتے ہی ہیں یعنی ایک ایسا ایجوکیشن ایک ایسی تعلیم جس کا Job اور ملازمت سے، کام سے، کمائی کے دھندے سے تعلق ہو۔اس متعدی بیماری کا اثر مدارس میں بھی پہنچا ہے اور مدارس میں بھی طلباء کا ذہن مادیات سے خالی نہیں رہ پاتا، اُن کے سامنے کچھ مادی مقاصد بھی ہوتے ہیں اور اگر وہ خالصتاً دنیاداری کے عنوان سے نہیں ہیں تو دینداری کو عنوان دنیا کا بنالیا جاتا ہے اور پھر طالب علم یہ سوچتا ہے کہ ہم مدرسہ سے فارغ ہوں گے تو اپنے گزارے کے لیے ایک مدرسہ قائم کردیں گے ہم بھی وہی دھندہ شروع کردیں گے اُس کے ذہن میں یہ نقشہ بھی ہوسکتا ہے۔ایسے مخلص طلباء جو علم نبوی کے لیے اپنے کو فنا کرنے کی خاطر تیار ہیں اور جو یہ فیصلہ کریں کہ اسی علم پر عمل کرنا ہے اسی علم کو پہنچانا ہے اور اس علم کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا ذریعہ بنانا ہے اور اس علم کے ذریعے حضور اکرم ﷺ کی محبت کا کمال حاصل کرنا ہے۔ایسے کم ہی ہوتے ہیں اور بس ایسے ہی طلباء جن کے اندر خلوص کی یہ کیفیت ہو اور جن کے اندر بے نفسی کا یہ عالم ہو اور جو خالص اللہ کی رضا کی طلب میں قدم بڑھا رہے ہوں اور اُن کے صبح و مساء اسی لیے گزر رہے ہوں تو اُمید یہ ہے کہ وہ انشاء اللہ اس حدیث نبوی کے مصداق بن سکیں گے یعنی فرشتے اُن کے لیے بچھ جائیں گے اور پھر ان کو وہ اعزاز ملے گا جو دُنیا کے کسی بادشاہ کو نہیں ملا جو کسی شہنشاہ کو نہیں ملا بس وہ تو طالب علم کے لیے ہی طے کیا گیا ہے اور طالب علم بھی وہ جو علومِ نبویہ کا طالب علم ہو۔

علومِ نبویہ کا طالب علم کیسا ہونا چاہیے :

تو ایک طرف تو طلب والی بات اور اس کا احساس اُس شدت کے ساتھ ہونا چاہیے جس شدت سے پیاسے کو پیاس اور بھوکے کو بھوک کا احساس ہوتا ہے۔ہماری تو بھوک کا بھی یہ عالم ہوگیا ہے کہ پیٹ بھرے ہم کھانا کھاتے ہیں ناشتہ بھی کرتے ہیں، دوپہر کا کھانا کھاتے ہیں رات کا کھانا کھاتے ہیں بیچ میں بھی کچھ چیزیں استعمال کرتے رہتے ہیں یعنی فاقہ کی نوبت ہی اب نہیں آتی اور بھوک کی تھوڑی بہت شدت شاید رمضان میں افطار کے وقت محسوس ہوتی ہو۔باقی اوقات میں تو اب اس کی نوبت غریبوں کو بھی نہیں آتی ہے امیروں کو تو کیا آئے گی، تو طلب کا جو صحیح احساس ہے آج وہ بھی مفقود ہوگیا ہے کیونکہ اس کے معنی اُسی وقت سمجھ میں آسکتے ہیں جبکہ اس کا انطباق ہوا ہو ہم نے اس کا مشاہدہ کیا ہو، اپنے احساسات سے اسے محسوس کیا ہو پھر طلب کے بعد "العلم" ہے۔

علم نبوی کیا ہے :

جس علم کو ہمیں حاصل کرنا ہے اس علم کو سمجھنا بھی بہت ضروری ہے یہ علم محض چند حروف اور الفاظ کے یاد کرنے کا نام نہیں ہے۔یہ علم آسمان سے اُترا ہے اس علم کا اللہ کی لوح اور قلم سے تعلق ہے یہ علم فی الحقیقت علم الٰہی کا عکس ہے۔علم الٰہی کی تجلی ہے اللہ نے اس کو فرمایا ہے مَا یَنطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی حضور ﷺ اپنی خواہشِ نفسانی کی

بنیاد پر کچھ نہیں فرماتے تھے اللہ کی طرف سے پیام آتا ہے جو نقل کیا جاتا ہے بس اُسے ہی آپ بیان کرتے ہیں۔ وحی "متلو" (یعنی قرآن پاک) ہو یا "غیر متلو" (یعنی حدیث شریف) وحی قرآنی ہو یا وحی حدیث کی شکل میں ہو جو علوم بھی انبیاء کے پاس ہوتے ہیں اور انبیاء کی طرف سے اُن کی اُمتوں میں منتقل ہوتے ہیں اور خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کے پاس جو علوم تھے اور پھر آپ سے منتقل ہوئے وہ یا تو وحی کے ذریعے آئے یا وحی سے موئید ہو گئے۔ اگر وہ انسانی علوم تھے تجرباتی علوم تھے اور اللہ تعالیٰ نے اُن پر نکیر نہیں فرمائی تو وہ تقریری علومِ الٰہی ہو گئے جیسے حدیث کی تین قسمیں ہیں قولی، فعلی اور تقریری ایسے ہی وحی کی تین قسمیں ہیں یعنی جہاں تک اللہ کے افعال کا تعلق ہے قرآن میں ان کا بھی ذکر کیا گیا ہے اور اللہ کے اقوال سے تو قرآن پاک پورا کا پورا مملو ہے اور جہاں حضور پاک علیہ الصلوۃ والسلام نے کوئی عمل کیا اور قرآن نے اُس پر نکیر نہیں کی یا اللہ کی وحی نے آپ کو روکا نہیں یا آپ کی رائے تبدیل نہیں کی تو وہ وحی تقریری ہو گئی یعنی اللہ نے اُس پر حضور اکرم ﷺ کو برقرار رکھا کہ آپ کا یہ عمل ٹھیک ہے تو بہت سے ایسے مواقع بھی آئے تو یہ علم فی الحقیقت وحی پر مبنی ہے اور یہ علم چونکہ وحی پر مبنی ہے اس لیے اس میں غلطی خطاء اور کسی طرح کا نسیان سہو کا کوئی امکان نہیں ہے۔

علم پورا کا پورا قطعی ہے :

یہ علم حقیقتاً پورا کا پورا قطعی ہے ہم تک پہنچنے میں کچھ علم ظنی ہو گیا ہے کچھ قطعی ہو گیا ہے لیکن فی الحقیقت پورا کا پورا یہ علم قطعی تھا یعنی حضور ﷺ پر قرآن کی آیت نازل ہوئی تو قطعی اور حدیث آپ پر نازل ہوتی تو قطعی، آپ تک پہنچنے میں وہ علم قطعی تھا محکم تھا طے شدہ تھا اس میں کسی طرح کے تردد کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ **ذالک الکتاب لا ریب فیہ ھدی للمتقین** یہ وہ کتاب ہے جس میں تردد اور تذبذب کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور یہ اُن تمام لوگوں کے لیے ہدایت نامہ اور دستور العمل ہے جو بچنا چاہتے ہیں بُرے انجام سے۔ متقی اُسے کہتے ہیں جو بچاؤ کی فکر کرے تو جو غلط انجام سے بُرے انجام سے بچنا چاہتے ہیں اُن کے لیے یہ دستور العمل ہے اور الکتاب کے ساتھ اس کا بیان بھی اللہ تعالیٰ نے اُتارا ہے فرمایا کہ **ان علینا جمعہ وقرآنہ فاذا قرأناہ فاتبع قرآنہ ثم ان علینا بیانہ** تو قرآن اور بیان القرآن دونوں کا اللہ نے وعدہ فرمایا **انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون** جس ذکر کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا اُس ذکر کے صرف الفاظ کی حفاظت کا وعدہ نہیں فرمایا بلکہ اُس ذکر کے الفاظ کی تشریحات کی حفاظت کا بھی وعدہ فرمایا اور اُسے "بیان" کہا گیا **ثم ان علینا بیانہ** ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ ہم قرآن کے الفاظ کی تشریحات بھی کروائیں گے اُس کے معنی کو کھول کھول کر بیان کریں گے۔ فرمایا اے نبی ہم نے یہ ذکر یہ سبق یہ نصیحت نامہ اور یاددہانی تمہاری طرف اُتاری ہے تاکہ تم لوگوں کے

سامنے کھول کھول کر بتادو کہ کیا مفہوم ہے اس کا، کیا مضمون ہے، اس کے مضامین کو واضح کر دو تا کہ لوگ غور و فکر کریں، تدبر سے کام لیں تو اس اعتبار سے قرآن پاک اور حدیث نبوی دونوں وحی الٰہی ہیں۔ اب ہم تک قرآن پاک طبقاً عن طبقٍ منتقل ہوا اس لیے یہ پورا کا پورا قطعی ہے ہر آیت کو اُمت کے متواتر طبقے نے حضور اکرم ﷺ سے سیکھا اور پھر اُن سے ایک پورے طبقے نے پوری اُمت نے سیکھا اور اس طرح یہ قرآن ہم تک منتقل ہوا لہٰذا اب یہ منتقل ہونے میں قطعی ہے۔

احادیث میں کچھ تو وہ حدیثیں ہیں جو ہم تک قطعی طور پر منتقل ہوئیں یعنی تواتر کے عدد کے ذریعے سے منتقل ہوئیں اور جو اس سے کم ہیں وہ "ظنی حدیثیں" کہلاتی ہیں اب اگر درمیان میں کمزور واسطے آگئے تو وہ حدیث "ضعیف" کہلاتی ہے اور کوئی کذاب بیچ میں آگیا تو حدیث "موضوع" کہلاتی ہے اور مقام جس حدیث کے راویوں کا نہایت بلند رہا تو وہ "صحیح یا اصح" کہلاتی ہے اور کچھ کم تر ہو گیا تو وہ "حسن" کہلاتی ہے۔ اس اعتبار سے اس کے درجے ہو گئے سند کی وجہ سے درجے ہو گئے ورنہ نفس متن جو حضور اکرم ﷺ کی زبانِ مبارک سے سامنے آیا یا جو عمل آپ نے فرمایا یا جو عمل آپ کے سامنے کیا گیا اور آپ نے خاموشی اختیار کی اُس وقت وہ بالکل قطعی چیز تھی لہٰذا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بلاواسطہ جو کچھ بھی معلومات حضور ﷺ سے حاصل کیں وہ اُن کے پاس قطعی طریقہ پر پہنچیں۔ درمیان میں جب واسطے آگئے تو پھر قابلِ غور ہو گیا اور پھر اُنھوں نے سوچا اور اپنے اجتہادات سے بھی کام لیا تو "طلب العلم" کا جو مرکب ہے اس میں "طلب" کا وہ مفہوم ہے کہ بس انسان جس شدت کے ساتھ پیاس کو محسوس کرتا ہے، بھوک کو محسوس کرتا ہے، سخت جاڑے کو محسوس کرتا ہے، سخت تپش اور حرارت کو محسوس کرتا ہے ویسے ہی اُن کے اندر علم کی طلب کا جوش ہو اور اس کو حاصل کرنے کا ایک شدید جذبہ ہو کہ اُس کے بغیر اُسے چین نہ آئے۔ اور پھر "العلم" سے مراد علم وحی ہے جو اصلاً علم آخرت ہے اور علم آخرت اس معنی میں ہے کہ مقصود اس کا آخرت ہے لیکن اس کا استعمال دنیا میں ہے۔ یہ دُنیا مزرعة الآخرة ہے۔ کرنا ہے جو کچھ یہیں کرنا ہے "دار العمل" ہے "دار الجزاء" ہے لہٰذا اس علم کا نفاذ اور اس علم کی تطبیق اور اس علم کو عملی شکل دینے کی ساری کوششیں اسی دُنیا میں ہوں گی۔

علم کی دو قسمیں :

اس اعتبار سے علم کی یہ قسم نہیں ہے کہ ایک علم دینی ہوتا ہے ایک دنیاوی ہوتا ہے اصلاً یہ بنیادی قسم نہیں ہے جو قسم ہے وہ علم تو دینی ہوتا ہے اگر وہ صحیح ہے اور جو غلط علم ہے نقصان دہ علم ہے وہ پھر دُنیاوی ہو سکتا ہے یا شیطانی علم ہو سکتا ہے وہ تلبیسات ہیں۔ تو علم کی اصلاً دو قسمیں ہیں ایک "علم نافع" اور ایک "علم غیر نافع" یا "علم ضار"۔ حضور ﷺ

فرماتے تھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عِلْماً نَافِعاً اور دوسری طرف یہ دعا فرماتے تھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عِلْمٍ لَا یَنْفَعُ اے اللہ میں تجھ سے نفع بخش علم چاہتا ہوں اور پھر ساتھ ساتھ یہ بھی کہ اے اللہ میں اُس علم سے پناہ مانگتا ہوں جو نفع نہ پہنچائے تو معلوم یہ ہوا کہ ہر وہ علم جو نفع بخش ہے وہ مطلوب ہے۔ وہ علم کائناتی ہو یا تشریعی ہو یعنی اللہ نے جو قوانین اور احکام نازل فرمائے ہیں اُن کا علم ہو طہارت کا، نماز کا، روزہ کا، زکوۃ کا، حج کا، خرید وفروخت کا، لیکن دین کا علم ہو، اس کائنات سے متعلق ہو یعنی فلکیات کا علم ہو، عرضیات کا ہو، طبیعات کا ہو، بحار کا علم ہو، حیوانات کا علم ہو، نباتات کا علم ہو یہ سب کے سب علوم علوم الٰہیہ ہیں اور اس کائنات سے متعلق ہیں اور یہ کائنات اللہ کی آیات سے بھری ہوئی ہے۔ اللہ کی آیتیں دو طرح کی ہیں۔ آیت کے معنی علامت کے ہوتے ہیں ایک طرف وہ آیتیں ہیں جو پڑھی جاتی ہیں وہ تورات میں انجیل میں زبور میں قرآن پاک میں، وہ صحیفے جب تک صحیح تھے تو وہ اللہ کا کلام تھے اور جب تحریف ہوگئی تو انسانی کلام بھی اس میں داخل ہوگیا قرآن پاک بغیر کسی تغیر کے موجود ہے لہٰذا قرآن پاک اللہ تعالیٰ کے کلام پر مشتمل ہے اور اس کا ہر مکمل ٹکڑا یا اس کا ایک چھوٹا سا حصہ بھی ایک آیت ہے یعنی وہ اللہ کی ایک علامت ہے۔ اللہ کو پہچاننے کے لیے اُس کی حیثیت ایک معجزہ کی ہے۔ کسی معجزہ کو دیکھ کر اللہ کی قدرت کا پتا چلتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے بس میں نہیں ہے کہ وہ اس طرح کے کسی فعل کا اظہار کر سکے جب انسان بالکل عاجز ہو جاتا ہے خارقِ عادت جیسی چیز پیش آتی ہے جس کے سارے قرائن اس بات سے تعلق رکھتے ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کا فعل ہے تو وہ معجزہ ہے تو ہر آیت معجزہ ہے۔

کائنات کی ہر چیز معجزہ ہے :

اسی طرح اس کائنات کا ہر وجود معجزہ ہے ہر ذرہ معجزہ ہے ہر ستارہ معجزہ ہے پانی کا ہر قطرہ معجزہ ہے پودوں کی ہر پتی معجزہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے دونوں کے لیے اپنے ہی کلام پاک میں لفظ آیت استعمال کیا ہے، آسمانوں کا ذکر فرمایا گیا زمین کا ذکر فرمایا گیا اور سمندروں کا ذکر فرمایا گیا اور یہ فرمایا گیا کہ ان میں آیات ہیں، جیسے قرآن کی آیات کا تذکرہ قرآن ہی میں فرمایا گیا کہ یہ آیات ہیں جو سینوں میں لکھی ہوئی ہیں جن کو پڑھتے ہیں پڑھنے والے لوگ، ویسے ہی فرمایا گیا ان فی خلق السمٰوات والارض واختلاف الیل والنھار لآیٰت لاولی الالباب . آسمانوں کی تخلیق زمین کی تخلیق رات اور دن کی گردش میں آیتیں لکھی ہوئی ہیں بس فرق یہ ہے کہ یہ آیتیں دیکھی جاتی ہیں محسوس کی جاتی ہیں اور صحیفے میں جو آیتیں لکھی ہوتی ہیں وہ پڑھی جاتی ہیں تو وہ بھی آیتیں ہیں اور یہ بھی آیتیں ہیں لہٰذا چونکہ یہ اللہ کی آیتیں ہیں تو ایک ذرہ کا اگر مطالعہ کیا جائے جس کے نتیجہ میں آپ کے دل میں اللہ کی قدرت کا احساس جاگزیں ہو جائے اور اللہ کے سامنے

سربسجود ہونے کا جذبہ پیدا ہو اور اللہ کی بندگی سے آپ کا احساس مملوء ہو جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ خالصتاً علمِ الٰہی ہے علم نورانی ہے جو آپ نے حاصل کیا تو اس اعتبار سے ایک علم "کائناتی" ہے اور ایک علم "تشریعی" ہے اور دونوں علوم کے حصول کا مقصد خشیتِ الٰہی ہے۔ اللہ کا خوف پیدا ہو جائے اللہ کی بندگی پیدا ہو جائے جتنا زیادہ علم ہوگا جتنی زیادہ معرفت ہوگی اتنا ہی زیادہ تقوٰی ہوگا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا **انی لا علمکم باللّٰہ واتقکم للّٰہ** میں تم میں سب سے زیادہ علم رکھتا ہوں اور سب سے زیادہ تقوٰی رکھتا ہوں تو تقوی علمِ حقیقی ہی سے متفرع ہے جتنی زیادہ معرفت صحیح ہوگی جتنا زیادہ علمِ صحیح ہوگا۔ شرط یہ ہے کہ وہ علم صحیح اور علم نافع ہو اگر علم نافع نہیں ہوگا تو اُس میں غرور ہوگا اس میں عجب ہوگا اس میں پندار ہوگا اس میں دعوٰی ہوگا وہ پھر انسان کو نفسانیت میں مبتلا کرے گا اس لیے کہ ابلیس کے پاس بھی بڑا علم تھا لیکن ابلیس کے علم نے اُسے مغرور بنایا متکبر بنایا اور ہمیشہ کے لیے وہ ذلیل ہوگیا۔ جو علم خشیت کی طرف لے جاتا ہے وہ تواضع سکھاتا ہے۔ سب جانتے ہیں کہ جس درخت پر پھل ہوتے ہیں اُس کی شاخیں جھکی ہوئی ہوتی ہیں اور جو پھلوں سے خالی ہوتا ہے اس کی شاخیں تنی کھڑی ہوتی ہیں تو علم جتنا زیادہ بڑھتا چلا جائے گا اتنا ہی زیادہ انسان کے اندر عاجزی بڑھتی جائے گی تواضع بڑھتی جائے گی اس کی حیرانی بڑھتی جائے گی خدا تعالیٰ کی قدرت کے سامنے اُس کی بے نفسی میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ اور یہی وہ علم ہے جس میں اضافہ کی مسلسل درخواست کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ سے فرمایا گیا **وقل رب زدنی علما** اے نبی آپ کہیے کہ اے میرے مالک اور پروردگار میرے علم میں اضافہ فرما یعنی اس علم میں ٹھراؤ نہیں ہے۔ اس علم میں کسی منزل پر اگر طالب علم ٹھہر گیا تو اُس نے غلط کام کیا یہاں کہیں پر بھی ٹھہراؤ نہیں ہے یہاں کوئی بھی پڑاؤ نہیں ہے یہاں کہیں بھی اقامت کی جگہ نہیں ہے یہاں سفر ہی سفر ہے سفر ہی سفر ہے تا دمِ آخر، آخر سانس تک علم کا حصول مقصود ہے۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا حدیث میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ انھوں نے علم کی فضیلت اور اہمیت کا تذکرہ کرتے ہوئے اور اس کی نشر واشاعت کے جذبہ کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک موقع پر فرمایا کہ اگر میری گردن پر تلوار رکھ دی جائے اور مجھے یہ معلوم ہو کہ ابھی چند سیکنڈ میرے پاس ہیں جن میں میں کوئی حدیث اُس لمحہ میں سُنا سکتا ہوں تو میں اس لمحہ میں کوئی حدیث سنا دوں گا قبل اس کے کہ میری کھال کٹے گوشت کٹے، رگیں کٹیں اس سے پہلے پہلے میں وقت کا استعمال علم کے لیے کرلُوں گا، تو اس علم کی یہ اہمیت ہے۔ جس کی بنیاد پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس حدیث کو نقل کرتے تھے کہ **مدارسة العلم ساعة خیر من عبادة سبعین سنة** ایک لمحہ کے لیے ایک گھڑی کے لیے اس علم نبوی کا مذاکرہ کرلینا یہ ستر سال کی عبادت سے افضل ہے، نفلی عبادات کے مقابلے میں اس علم کی بڑی اہمیت ہے اور چونکہ اس علم کی بڑی اہمیت ہے اس لیے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا **فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادنکم** علماء کی فضیلت ایسی ہے عام عابدوں پر جیسی کہ میری فضیلت تمہارے ادنیٰ شخص کے مقابلے میں اور یہ بھی فرمایا گیا **فقیہ واحد**

اشد علی الشیطان من الف عابد. ....جس نے قدوری پڑھ لی اور ہدایہ پڑھ لی اور سمجھا کہ میں مفتی ہوگیا میں فقیہ ہوگیا (یہ غلط ہے)۔

فقیہ کی فضیلت :

جسے قرآن میں فقیہ کہا گیا ہے جسے حدیث میں فقیہ کہا گیا ہے وہ تو کچھ اور ہی چیز ہے تو ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے افضل ہے۔ یہ ساری باتیں اس علم کی فضیلت کی بنیاد پر فرمائی گئیں ہیں جس کی فضیلت میں بڑی احادیث آئی ہیں اور اُس فضیلت کو جب ہم پڑھتے ہیں اور اپنے کو دیکھتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ آسمان اور زمین کی مسافت ہے بعد المشرقین ہے۔ تو کائناتی علوم ہوں یا تشریعی علوم دونوں سے اللہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ انسان کسی بھی مخلوق پر غور کرے تدبر کرے تو اللہ کی قدرت عیاں ہو جائے گی اور وہ اللہ کی قدرت سے متاثر ہو کر اور مبہوت ہو کر خدا کے سامنے سجدہ ریز ہو جائے گا۔ اسی کو فرمایا گیا الم ترا ن اللّٰہ انزل من السماء ماء فاخرجنا بہ ثمرات مختلفا الوانھا ومن الجبال جدد بیض وحمرمختلف الوانھا وغرا بیب سود ومن الناس والدواب والانعام مختلف الوانہ کذالک انما یخشی اللّٰہ من عبادہ العلماء آپ دیکھیں کہ آیت مبارکہ میں علماء کا تذکرہ کن علوم کے بعد کیا گیا ہے۔ اس آیت کریمہ میں علم فلک کا تذکرہ ہے اس میں علم طبعیات کا تذکرہ ہے، علم الحیوانات کا تذکرہ ہے، علم النباتات کا تذکرہ ہے علم الادویات کا تذکرہ ہے۔ اِن علوم کا تذکرہ اس آیت کریمہ میں فرمایا گیا ہے اور آخر میں فرمایا گیا انما یخشی اللّٰہ من عبادہ العلماء. ظاہر ہے کہ آیت کریمہ کو سیاق وسباق سے کاٹ کر تو غور وفکر کا مورد نہیں کیا جاتا، غور وفکر اس کے سیاق وسباق میں ہی کیا جاتا ہے تو جو یہاں پر سیاق وسباق آیت کریمہ کا ہے وہ کائناتی علوم کا ہے تو ان کائناتی علوم کا تذکرہ کرنے کے بعد یہ فرمایا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خشیت اور خوف فی الحقیقت اُن میں ہوتا ہے جو "العلماء" ہیں۔ طلباء یہ جانتے ہیں کہ "انما" کلمہ حصر ہوتا ہے یعنی اس کا مطلب یہ ہوا کہ خشیت کو یہاں علماء پر منحصر کیا گیا ہے۔

جو اللہ سے نہیں ڈرتا وہ عالم نہیں ہے :

تو علماء وہ ہوتے ہیں جو اللہ سے ڈرتے ہیں جس کا مطلب دوسرے الفاظ میں مفہوم مخالف یہ نکلا کہ جو اللہ سے نہیں ڈرتا وہ عالم نہیں ہوتا جس کے اندر اللہ کا خوف نہ ہو وہ پھر عالم کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ ہماری اصطلاح میں عالم وہ ہے جس نے دورہ کرلیا، عالم وہ ہے جس کو سند مل گئی لیکن قرآن کی اصطلاح میں اُسے عالم نہیں شمار کیا جاتا یہ تو ہم نے اپنی اصطلاح وضع کی ہے ہمارا وضعی قانون ہے یہ اللہ کا قانون نہیں ہے اللہ نے کہیں یہ نہیں فرمایا کہ اتنی مقدار میں اور اتنا کورس

اور اتنی کتابیں اور اتنے سال اور اتنے گھنٹے پڑھے جائیں تو آدمی عالم ہو جاتا ہے بلکہ صرف کتابیں جو شخص پڑھے اور کتابوں کے ساتھ عمل نہ ہو تو قرآن میں اُس کی مثال یہ دی گئی ہے کہ مثل الذین حملوا التورة ثم لم یحملوها کمثل الحمار یحمل اسفارا جن کو توراۃ دی گئی اور انہوں نے توراۃ پر عمل نہیں کیا اس آیت کریمہ کی تشریح میں احادیث بھی ہیں اور صحابہ کرام کے اقوال بھی ہیں کہ یہاں پر لم یحملوھا سے مراد لم یعملوبھا ہے۔انہوں نے عمل نہیں کیا تو فرمایا کہ جو لوگ توراۃ کو پڑھتے تو ہیں لیکن اُس پر عمل نہیں کرتے اُن کی مثال اُس گدھے کی ہے جس کی پیٹھ پر کتابوں کا بوجھ لدا ہوا ہو کتابوں کا پشتارہ لیے چل رہا ہو تو اسے "الحمار" کہا گیا ہے عالم نہیں کہا گیا ہے، تو عالم اُسے نہیں کہتے جو شخص مدرسہ سے گزر جائے درجوں میں گھنٹے اٹینڈ (attend) کرلے کتابیں پوری کرلے اصلاً اُسے نہیں کہتے۔اُس کی تو بنیادی شرط ہے کہ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء یہی علم اصلاً مطلوب ہے اور یہی وہ علم ہے جس کا شرعی طور پر انسان کو مکلف قرار دیا گیا ہے۔ابھی جو آیتیں پڑھی گئی تھیں اُن آیات کریمہ میں وہ آیت نہیں پڑھی گئی کہ جس میں شرعی طور پر مکلف بنانے کا تذکرہ ہے، امانتِ علم اور امانتِ عمل کے سونپے جانے کا تذکرہ ہے۔ انا عرضنا الامانة علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنها واشفقن منها وحملها الانسان فرمایا کہ ہم نے اس امانت کو جو ذمہ داری کی امانت تھی جو شریعت کے بوجھ کی امانت تھی جو علم کی امانت تھی اور عمل کی امانت تھی، اس کو آسمانوں کے سامنے زمین کے سامنے پہاڑوں کے سامنے رکھا کہ کیا تم اس ذمہ داری کو قبول کرتے ہو؟ فابین انہوں نے انکار کیا کہ ہم میں یہ ہمت نہیں ہے لرزہ براندام ہو گئے خوف زدہ ہو گئے لیکن وحملها الانسان اللہ تعالیٰ کو انسان سے یہ کام لینا تھا تو انسان ہی آگے بڑھا اور اُس نے امانت کے بوجھ کو اُٹھا لیا انه کان ظلوما جهولا لیکن انسان نے قدم تو بڑھایا اکثر و بیشتر انجام اچھا نہیں رہا۔ایسے کم لوگ رہے جو ظلوم کی جگہ عدول بن جائیں اور جو جہول کی جگہ علیم بن جائیں، عدل اور علم کو چھوڑ کر ظلم اور جہل کو اکثر لوگوں نے اختیار کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے پھر عذاب کے فیصلے ہوئے ویعذب اللہ المنافقین والمنافقات والمشرکین والمشرکت ویتوب اللہ علی المومنین والمومنات وکان اللہ غفورا رحیما.

اب آپ کا کچھ نہیں رہا، دو میں سے ایک چیز اختیار کرلو :

میرے عزیز ساتھیو اور جامعہ مدنیہ جدید کے طالب علمو! جس ذمہ داری کو آپ نے اپنے کاندھوں پر لیا ہے وہ بہت بڑی ذمہ داری ہے آپ نے ایک بڑی امانت کے لیے اپنا کاندھا پیش کر دیا اپنا دل پیش کر دیا اپنا دماغ پیش کر دیا اور اس کو پیش کر دینے کے بعد اب آپ کا کچھ نہیں رہا۔اب جو کچھ تھا وہ سب اللہ کا ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ کا ہو گیا اب

اللہ اور رسول جیسا تصرف چاہیں کریں، آپ مؤتمن ہیں مالک نہیں اور جب مالک نہیں ہیں ایک امانت کے ذمہ دار ہیں تو صاحبِ امانت جس طرح چاہے تصرف کرے۔ ان اللّٰہ اشتری من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان سے اُن کی جانوں کو اور اُن کے مال کو جنت کے عوض میں خرید لیا ہے۔ اب دو ہی شکلیں ہیں آپ یا تو اللہ تعالیٰ سے یہ کہیں کہ جنت ہمیں ضرور دیجئے تو پھر دوسری طرف یہ طے کر لیجئے کہ ہم جان و مال سے دستبردار ہو جاتے ہیں یا یہ کہئے کہ نہیں ہمیں اپنی جان و مال چاہیے تو پھر جنت سے دستبردار ہو جائیے۔ دو باتوں میں سے کسی ایک بات سے دستبردار ہونا ہے، جسے جنت لینی ہے اُس نے یہ طے کیا ہے کہ ہمیں جہنم سے دور رہنا ہے اور جنت لینی ہے اُسے پھر یہ بھی طے کر لینا چاہیے کہ اب ہم نقدِ جان ہار چکے ہیں ہم نے اللہ کے حوالہ کر دیا ہے اللہ نے خرید لی ہے ہماری جان اور خرید لیا ہے ہمارا مال اور خرید لیا ہے ہمارا وقت اور خرید لی ہیں ہماری صلاحیتیں ہماری ذہانتیں ذکاوتیں ہمارے ملکات ہماری استعدادات کچھ بھی اب ہمارا نہیں ہے۔ جب ہمارا نہیں ہے تو اب یہ سب اسلام کی خاطر لگے گا خدا کے دین میں صرف ہوگا۔ اس لیے علم کی تحصیل کرنی ہے اس درجہ کہ رسوخ فی العلم حاصل ہو اور رسوخ فی العلم صرف توسع سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ عمق سے حاصل ہوتا ہے گہرائی میں اُترنے سے حاصل ہوتا ہے محض پھیلنے سے حاصل نہیں ہوتا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے علوم کا تذکرہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو اس طرح فرمایا کانوا ابر الناس قلوبا واعمقھم علما واقلھم تکلفا صحابہ کرامؓ کا یہ وصف بیان کیا گیا کہ وہ بہت ہی زیادہ نیک اور صالح تھے، خیر کے حامل، بِر کرنے والے اور واعمقھم علما ان کا علم بہت گہرا تھا واقلھم تکلفا اور طبیعت میں سادگی تھی تصنع نہیں تھا یہ اُن کا مزاج تھا آج ہمارے ہاں پھیلاؤ زیادہ ہو گیا ہے عمق کم ہو گیا ہے اور عمق مقصود ہے چونکہ عمق کے اندر مضبوطی ہوتی ہے اُسی کو رُسوخ بھی کہا گیا ہے مثلاً فرمایا گیا والراسخون فی العلم یقولون امنابہ۔ کل من عند ربنا وما یذکر الا اولوالالباب جو علم میں رسوخ رکھتے ہیں یعنی گہرائی رکھتے ہیں مضبوطی رکھتے ہیں جڑیں جتنی زیادہ گہری ہوتی ہیں اُتنا ہی زیادہ درخت مضبوط ہوتا ہے اور اُس کی شاخیں بلند ہوتی ہیں جو کمزور درخت ہوتا ہے وہ اپنی جڑوں کی وجہ سے کمزور ہوتا ہے کہ اُس کی جڑیں اُتھلی ہوتی ہے آسانی سے نکال کر اُسے باہر کیا جا سکتا ہے۔ ایمان والا جو علم ہے اُس کی جڑیں گہری ہوتی ہیں۔ اسی لیے قرآن پاک میں ایمان کو جو تشبیہ دی گئی اور علمِ ایمانی کو تشبیہ دی گئی وہ ایک ایسے درخت سے تشبیہ دی گئی جس کی جڑیں گہری ہوں اور اُس کی شاخیں فلک بوس ہوں کشجرۃ طیبۃ اصلھا ثابت و فرعھا فی السماء تؤتی اکلھا کل حین باذن ربھا تو شجرہ طیبہ کی مثال یہ ہے کہ اُس کی جڑیں گہری ہیں ایسے ہی اگر علم کی جڑیں گہری ہوں گی ایمان کی بنیاد پر گہری ہوں گی اور تعلق مع اللہ کی بنیاد پر گہری ہوں گی، حُبِ رسول ﷺ کی بنیاد پر گہری ہوں گی، کوئی لالچ جڑوں کو اُکھاڑ نہ سکے گی، کوئی خوف ان جڑوں کو اُکھاڑ نہ سکے گا۔ ہوائیں چلیں گی درخت بس

ہواؤں کی وجہ سے جھکے گا لیکن اُکھڑے گا نہیں۔ ایسا ایمان اور ایسا علم جو اتنا مضبوط ہو کہ وہ حالات سے متاثر نہ ہو، وہ انقلابات سے متاثر نہ ہو، وہ تغیرات سے متاثر نہ ہو، وہ عہدے اور منصب اور جاہ سے متاثر نہ ہو، وہ مال و منال سے متاثر نہ ہو، وہ خوف کی چیزوں سے متاثر نہ ہو، وہ علم مطلوب ہے اور جب وہ علم حاصل ہوتا ہے تو پھر اُس علم کے نتائج ایسے ہیں کہ **تؤتی اکلھا کل حین باذن ربھا** کہ جہاں بھی آدمی ہوتا ہے روشنی کی مانند ظلمتوں کو...... ہے بلب جل رہا ہے تاریکیاں چھٹ رہی ہیں سورج نکلا ہے رات چاک ہو رہی ہے روشنی خود بخود کہنے ضرورت نہیں ہے کہ روشنی ہے وہ اپنا ثبوت خود فراہم کر رہی ہے۔

باعمل عالم جہاں بھی ہوگا خیر پھیلے گی :

عالم جہاں بھی ہوگا اُس سے خیر پھیلے گی جہاں بھی ہوگا روشنی پھیلے گی جہاں بھی ہوگا سنتیں مضبوط ہوں گی بدعتوں کا ازالہ ہوگا۔ عالم جہاں بھی ہوگا وہاں پر عورتوں میں دین، مردوں میں دین، جوانوں میں دین، بچوں میں دین پیدا ہوگا۔ عالم کا وجود نور کے پھیلنے کا سبب بنے گا۔ اگر کہیں عالم موجود ہے اور چاروں طرف منکرات ہیں، فواحش ہیں، سیئات ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اُس عالم کی روشنی بجھ گئی ہے اُس کا چراغ گل ہو گیا ہے وہ عالم کہلانے کو تو عالم ہے لیکن اُس کے اثرات نہیں ہیں۔ ہاں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ماحول نہایت خراب ہوتا ہے روشنی جل رہی ہے لیکن لوگ اندھے ہو گئے ہیں۔ انبیاء کرام کی محنتیں کبھی ایسا ہوا کہ خوب رنگ لائیں اور ہزاروں لوگ دین میں داخل ہوئے اور ایسا بھی ہوا کہ نبی کے ساتھ کوئی ایک دو ہی لوگ شامل ہو سکے تو وہ نبی ناکام نہیں ہوئے اللہ کے احکام کو بجالائے لیکن لوگ اندھے بہرے تھے **صم بکم عمی فھم لا یرجعون** لہٰذا اُس وقت پھر عالم کی ذمہ داری نہیں رہتی ہے کہ اگر وہ حق ادا کر رہا ہے اور لوگ مستفید ہونے کے لیے تیار نہیں۔ تو اس طرح جو ذمہ داری قبول کی گئی ہے وہ بہت بڑی ذمہ داری ہے علم کی پھر اس کے بعد یہی علم کی ذمہ داری عمل کی طرف انشاء اللہ منتقل ہوگی۔ بس ایک حدیث اس سلسلہ کی سُنا کر بات ختم کرتا ہوں کہ ایک حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا **یحملوھا**

فرمایا کہ اس علم کے حامل ہر نسل میں وہ لوگ ہوں گے جو دیانتدار اور امانتدار ہوں گے۔ دیانتدار اور امانتدار ہی اس کے حامل بنیں گے صحیح معنی میں اور جن لوگوں کے اندر یہ صفت نہیں ہوگی عالم ہے اور جھوٹ بول رہا ہے، عالم ہے اور غیبتیں کر رہا ہے، عالم ہے اور دوسروں کی پگڑی اُچھال رہا ہے، عالم ہے اور فتنہ پیدا کر رہا ہے، عالم ہے اور قوم میں تفریق ڈال رہا ہے فی الحقیقت وہ عالم نہیں ہے۔ علم ان کے خلاف حجت ہے خدا کی بارگاہ میں۔ جو عالم ہوگا اُس کے اندر صلاح ہوگا اس کے اندر امانت ہوگی اُس کے اندر تقوی ہوگا اُس میں دیانت ہوگی یہ علم کے ساتھ لازم اور ملزوم ہے تو کام یہ ہوگا

علماء کا کہ وہ غلو کرنے والوں کے غلو کو دین سے چھانٹیں دور کریں دین کو نقصان پہنچتا ہے غلو سے، قرآن پاک میں اور احادیث میں غلو سے منع کیا گیا ہے، زیادتی تشدد، بے جا اسراف، سُنت کو واجب بنا دینا، واجب کو فرض بنا دینا، جائز کو لازم کر دینا اس طرح کی شدت جو لوگ اختیار کرتے ہیں وہ دین کو نقصان پہنچاتے ہیں تو پہلا کام ہے **ینفون عنہ تحریف الغالین وانتحال المبطلین** اور باطل پرستوں نے جو چیزیں دین میں شامل کر دیں منسوب کر دیں وہ انھیں بھی چھانٹ دیں گے یعنی ہر غلط فرقے، ہر غلط شخص، ہر غلط فلسفے، ہر غلط نظریے اور خیال کو دین سے دور کریں گے چھانٹ دیں گے دین کو بالکل صاف ستھرا نکھرا بنا کر پیش کریں گے۔ تیسرا کام جو ناقص العلم ہیں یا بالکل ہی جاہل قسم کے ہیں وہ جو دین میں مداخلت کرتے ہیں اور اپنی طرف سے تاویلات کرتے ہیں قرآن کی آیت کا جو چاہا مطلب بیان کر دیا حدیث کا جو من میں آیا مطلب ذکر کر دیا ہر جگہ اپنا اجتہاد لڑا دیا حالانکہ وہ اجتہاد کے اہل نہیں ایسے لوگوں کی زیادتیوں کو بھی دین سے چھانٹیں گے صاف کریں گے۔ یہ تین بہت اہم اور بنیادی کام ہیں۔ اگر ان کاموں کو انجام دیا جائے تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ معاشرہ پھر دین کی تجدید کے ساتھ قدم بڑھاتا ہے اور کارِ تجدید زندہ رہتا ہے تجدید کا کام ایک فرد سے نہیں ہوتا پوری پوری جماعت سے ہوتا ہے اور ہر دور میں پوری ایک جماعت رہی ہے جو دین کی تجدید کا کام کرتی رہی۔ آج بھی اس کی ویسی ہی ضرورت ہے کہ دین کی تجدید کے کام میں ہر آدمی اپنا حصہ لگائے یعنی دین کو صاف سُتھری شکل میں پیش کرے جس طرح دین کو عہدِ نبوی میں پیش کیا گیا تھا بس اُس شکل میں پیش کرنے کی کوشش کرے۔ اللہ تعالیٰ اس عظیم مقصد کے لیے اور امانتِ عظمیٰ کے لیے تمام طلباء کو اور اساتذہ کو قبول فرمائے اور ہم سب کو اُن علماء کی فہرست میں شامل فرمائے جن علماء کو اللہ تعالیٰ نے گواہی میں اپنے ساتھ شامل فرمایا، گواہی میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ جن کو شامل فرمایا **شھد اللّٰہ انہ لا الہ الا ھو والملئکۃ واولوا العلم قائما بالقسط** اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ فرشتوں کو اور اولو العلم کو علماء کو شامل فرمایا۔ یہ کون سے علماء ہیں یہ وہی ہیں کہ **انما یخشی اللّٰہ من عبادہ العلماء** ان علماء کی فہرست میں اللہ تعالیٰ شامل فرمائے۔ **وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین۔**

گزشتہ ماہ کی ۲۰ ؍تاریخ کو انگلینڈ سے حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحب منصوری نے جامعہ مدنیہ جدید تشریف آوری کے موقع پر علماء و طلباء خطاب فرمایا۔ آپ کا بیان آئندہ شمارہ میں قارئینِ کرام کی خدمت میں پیش کیا جائے گا۔ (ادارہ)

قسط : ۳

میجر جنرل تجمل حسین ملک مرحوم کی تعزیت کی مناسبت سے حضرت اقدس مولانا سید حامد میاں صاحب قدس سرہ العزیز اور مدیر انوارِ مدینہ کے نام ساہیوال جیل سے ان کے سیاسی اور تاریخی خطوط کی سلسلہ وار اشاعت کی تیسری قسط۔ (ادارہ)

اکابر کی جدوجہد تاریخی خطوط کی روشنی میں

ترتیب : مولانا سید محمود میاں صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲۸-۵-۸۴

محترمی و مکرمی جناب شاہ صاحب السلام علیکم

آپ کا نوازش نامہ ملا۔ عام طور پر لفظ شاہ خاندانِ سادات کے لیے مخصوص ہے لیکن ہمارے ہاں یہ لفظ پیرومرشد کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ ویسے بھی چونکہ اسلام میں ذات پات کا کوئی وجود نہیں لہٰذا لفظ کا استعمال کسی آدمی کی بزرگی کو ملحوظ رکھتے ہوئے کیا جائے تو زیادہ موزوں رہتا ہے۔ میں نے اس لفظ کو استعمال اسی پس منظر میں کیا ہے۔

آپ نے جو کچھ لکھا ہے وہ بالکل صحیح ہے بدقسمتی سے کئی صدیوں سے مسلمان حکمرانوں نے اسلام کے نام پر مسلمان قوم کو غلام بنائے رکھا ہے۔ ورنہ اسلام کا جو نقشہ خلفائے راشدین نے پیش کیا تھا اگر اسی جذبہ کے تحت کسی اسلامی ریاست کا نظم و نسق چلایا جاتا تو آج پورے چین اور روس کے عوام **لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ** کا ورد کر رہے ہوتے اور اشتراکیت کا کوئی نام تک سننا گوارا نہ کرتا۔ لیکن اس کے برعکس ہمارے ظالم مسلمان حکمرانوں نے اپنے اقتدار کو دوام بخشنے کے لیے ہر ظالم نظام کو اسلام سے وابستہ کرنے کی کوشش کی ہے یہی وجہ ہے کہ جوں جوں وقت گزرتا جارہا ہے لوگ اسلام سے دور ہوتے جارہے ہیں۔

اب مغربی جمہوریت اور اسلامی جمہوریت کا شوشہ چھوڑ دیا ہے ان سے کوئی پوچھے کہ یہ ایف 16 طیارے، ٹینک، توپیں، طیارہ و ٹینک شکن میزائل، بحری جہاز، ایٹم بم بنانے کی سائنس، ٹیکنالوجی، فنونِ جنگ، مختلف اقسام کے اسلحہ جات، ذرائع ابلاغ کے لیے ریڈیو، ٹیلیویژن اور

فلمیں، یہ کرکٹ کے کھیل جس کے لیے تمام افسران صاحبان بمعہ صدر محترم تمام کاروبار مملکت کو بالائے طاق رکھ کر گھنٹوں کھیل کے مشاہدہ میں مصروف رہتے ہیں۔ کالج اور یونیورسٹیوں میں انگریزی تعلیم شاہانہ ضیافتوں کا بندوبست، محل نما کوٹھیوں کی طرزِ تعمیر، فوجی پریڈیں، بینڈ باجے اور سلامی کے چبوترے، شاہانہ فوجی ملبوسات اور چاندی اور سونے کے تمغے، ایوانِ صدارت کو موسم کے لحاظ سے گرم سرد رکھنے کے لیے ایئر کنڈیشنر، ریلیں اور موٹر گاڑیاں اور اس قسم کی سینکڑوں مثالیں ایسی ہیں جو مغربی تہذیب وتمدن سے وابستہ ہیں۔ اگر یہ سب کچھ ان منافقوں نے جائز قرار دیا ہوا ہے اور اپنی زندگیوں کو مکمل طور پر مغربی تہذیب وتمدن میں ڈھال رکھا ہے تو مغربی جمہوریت انہیں کیوں پسند نہیں آرہی۔ محض اس لیے کہ اس سے ان کی کرسیٔ اقتدار کو خطرہ لاحق ہے مجھے یقین ہے کہ انشاء اللہ ان کا انجام بھی وہی ہوگا جو ان کے پیشرؤوں کا ہوا ہے۔ میں تو اکثر ان کو یہی کہتا ہوں کہ ماضی سے سبق سیکھو، اس ملک میں سکندر مرزا، ایوب خان، یحییٰ خان اور ذوالفقار علی بھٹو جیسے تابناک حکمران اپنے لمبے منصوبے بنا کر آئے اور ایک ہوا کا جھونکا ان سب کو باری باری اُڑا کر لے گیا آج ان کا نام ونشان نہیں ملتا۔ لیکن بدقسمتی سے یہ سب چھوٹے دماغ کے لوگ ہیں یہ تاریخ سے سبق کیسے سیکھ سکتے ہیں لیکن اللہ کا قانون کبھی بدل نہیں سکتا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اولم یسروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبة الذین من قبلهم و کانوا اشد منهم قوة.

میری طرف سے محمود میاں کو السلام علیکم

فقط والسلام

تجمل

☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۸۷-۳-۴

محترمی ومکرمی جناب شاہ صاحب السلام علیکم

آپ کا نوازش نامہ ملا۔ بہت شکریہ۔ بینات کے اقتباسات جو آپ نے ارسال کیے ہیں، میں

پہلے سے ہی اس کا قائل ہوں۔ یہ بہت لمبی کہانی ہے جسے خط کے ذریعے تفصیل سے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ جس وقت پاکستان بنا اُس وقت میں غیر منقسم ہندوستان کی فوج میں کمیشن حاصل کر چکا تھا۔ ۱۹۴۶ء میں میں نے بنگلور آفیسر ٹریننگ سکول میں فوجی تربیت حاصل کی۔ اُس وقت انگریز، سکھ، مسلمان، ہندو اور دیگر مذاہب سے تعلق رکھنے والے نوجوان لڑکے جن کی عمریں بیس بائیس سال کے لگ بھگ ہوتی تھیں وہاں تربیت حاصل کرتے۔ ایک ہی میز پر اکٹھا کھانا کھاتے۔ اس وقت کے فوجی اور سول افسران کا طرزِ زندگی انگریز آقاؤں کی طرزِ زندگی کے مطابق ہوتا۔ اور اس طرزِ زندگی پر ہم لوگ فخر کرتے۔ انگریزی پرچم یونین جیک جہاں کہیں نظر آتا اور انگریزوں کا قومی ترانہ "گاڈ سیو دا کنگ، خدا بادشاہ سلامت کو اپنی امان میں رکھے" بجتا۔ ہم لوگ فوراً کھڑے ہو کر اسے سلامی دیتے اور سلطنتِ برطانیہ کی ہندوستانی فوج کے افسر ہونے کی حیثیت سے بہت فخر محسوس کرتے۔ ۱۶ر فروری ۴۷ء کو میں سیکنڈ لیفٹیننٹ بنا۔ اور اس کے بعد چند ہفتوں کی چھٹی گزارنے کے بعد فتح گڑھ راجپوت رجمنٹ میں اپنے فرائض سرانجام دینے کے لیے پہنچا۔ میں وہاں ہی تھا کہ پاکستان بن گیا۔ غالباً وہاں ۱۵ر اگست ۴۷ء کو یومِ آزادی کی تقریبات ہوئیں۔ فوجی پریڈ میں وہاں کے مقامی ڈپٹی کمشنر جو ایک ہندو تھا، اُس نے پریڈ کی سلامی لی۔ اور مسلمان اور انگریز افسران نے اُس میں شمولیت نہ کی۔ وہ الگ کھڑے ہو کر دیکھتے رہے۔ یونین جیک کی جگہ ہندوستانی پرچم لہرایا گیا پاکستان کے متعلق ہم مسلمان افسر بھی سنتے رہتے تھے اخبارات میں بھی پڑھ لیتے تھے لیکن اس سے علاوہ نہ ہی تو ہمیں کوئی خاص دلچسپی تھی اور نہ ہی اس کے بننے میں کوئی عملی کردار ادا کیا تھا ہم تو سلطنتِ برطانیہ کے وفادار خادم تھے۔ اور پوری ہندوستانی فوج نے سلطنتِ برطانیہ کی وفاداری کا حلف اُٹھایا ہوا تھا۔ اکتوبر ۴۷ء میں ہندوستان کی راجپوت رجمنٹ سے چار افسر اور غالباً پانچ سو سے ایک ہزار کے قریب دیگر سپاہی اور جونیئر عہدے داران ایک سپیشل ٹرین میں پاکستان کے لیے روانہ ہوئے۔ راستہ میں انبالہ سے لاہور تک سفر میں کئی جگہ بہت لمبے لمبے قافلے جس میں مسلمان مرد وزن اور بچے شامل تھے، نہایت بے سروسامانی کی حالت میں اپنے نئے ملک پاکستان کی طرف اپنا سفر جاری کیے ہوئے تھے، جگہ جگہ لاشیں نظر آرہی تھیں۔ عجیب دردناک سماں تھا۔ لیکن اس وقت کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ یہ ماجرہ کیا ہے لیکن جب ریل گاڑی واہگہ بارڈر پر پہنچی اور پاکستان کا پرچم دیکھا تو اُس وقت آنکھوں میں جذبات کے آنسو ضرور آئے،

لاہور ریلوے اسٹیشن پر مہاجروں کا ہجوم تھا۔ وہاں بھی لوگ بے کسی کے عالم میں تھے۔ ہماری گاڑی پہلے سیالکوٹ اور پھر حویلیاں کو پہنچی اور ہم ایبٹ آباد پہنچ گئے ان دنوں کشمیر کی جنگِ آزادی شروع ہو چکی تھی۔ مجاہدین کے قافلے وہاں سے کشمیر کی طرف جا رہے تھے۔ میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ یہ ایک لمبی کہانی ہے جسے میں نے تفصیل سے اپنی کتاب میں لکھا ہے اس تمہید کا مقصد صرف یہ تھا کہ پاکستان کے بننے میں فوجی افسران کا کردار میرے جیسا ہی تھا۔ ایوب خان، یحیٰی خان، ضیاء الحق سب سلطنتِ برطانیہ کے وفادار غلام تھے۔ اس طرح جن سیاست دانوں نے پاکستان بنایا اُن میں بھی بیشتر ہمارے جیسے ہی تھے۔ زیادہ تر وہ طبقہ تھا جن کے آباؤ اجداد اور خود انہوں نے اپنی زندگی انگریزوں کی غلامی میں گزاری تھی۔ بڑے بڑے جاگیر دار، صنعت کار، سرمایہ دار اور اعلیٰ عہدوں پر فائز لوگ پاکستان بنتے وقت صفِ اول میں شامل تھے۔ کسی کو سَر کے خطاب سے نوازا گیا تھا، کوئی خان بہادر تھا۔ کسی کے آباؤ اجداد نے ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں انگریزوں کا ساتھ دیا تھا۔ القصہ چند ایک مخلص لوگوں کو چھوڑ کر اکثر مفاد پرستوں کا ٹولہ تھا۔ اس میں تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں کیونکہ ہر ایک کا ماضی سب پر عیاں ہے۔ اُس وقت کی دنیا کی سیاست میں پاکستان کا وجود دنیا بھر کے مسلمانوں کے لیے ایک اُمید کی کرن بن کر اُبھرا۔ اس وجہ سے ہندوستان کے مسلمانوں کی اکثریت نے اس کا ساتھ دیا۔ جن صاحب بصیرت لوگوں نے اس وقت اس کی مخالفت کی وہ بھی اپنے نظریہ کے مطابق نہایت مخلص لوگ تھے اور چالیس سال کے تجربہ نے یہ ثابت کر دیا کہ دراصل وہ حق گو اور صاف گو لوگ تھے۔ اُن کی چشمِ بینا نے وہ سب کچھ اُس وقت دیکھ لیا جو آج کل ہو رہا ہے۔

خشتِ اوّل چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

وہی بات

وہ پاکستان جسے لاکھوں انسانوں کی جانیں قربان کرنے کے بعد حاصل کیا گیا وہ تو آج سے قریباً چندرہ سال پہلے ٹوٹ چکا اور اِسے انہیں لوگوں نے توڑا جو پاکستان بنتے وقت انگریزوں کی غلامی میں اپنے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ اور پاکستان بننے کے بعد بھی اُن کے طرزِ زندگی یا نظریۂ حیات میں کوئی نمایاں تبدیلی نہ آئی۔ مختلف حربوں سے انہوں نے اقتدار پر قبضہ کیا پھر اُسے قائم رکھنے کے لیے مختلف طریقے ایجاد کیے۔ کسی نے ''بی۔ ڈی سسٹم'' ایجاد کیا۔ کسی نے

"روٹی، کپڑا، مکان" کا نعرہ لگایا اور کسی نے "اسلام" کا سہارا لیا۔ مقصد سب کا ایک ہی تھا کہ کسی نہ کسی طریقے سے اقتدار قائم رہے۔ اور ان کے لیے نظریۂ پاکستان بھی یہی ہے جب بھی ان کا اقتدار خطرے میں پڑے تو اُن کے لیے نظریۂ پاکستان بھی خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ علامہ اقبال کے فلسفے کو بھی انہوں نے اپنی ضرورت کے مطابق استعمال کیا۔ مسلم لیگیوں نے اسے جمہوریت کا علمبردار اور الگ اسلامی ریاست کا داعی قرار دے کر اس کی قبر پر پھول چڑھاتے رہے۔ بھٹو اور اس کے سوشلسٹ رفقاء نے اُسے سوشلزم کا سب سے بڑا حامی قرار دیا اور فوجی آمروں نے اُسے مغربی جمہوریت کا سب سے بڑا دشمن قرار دے کر اُس کے شاعرانہ کلام کا پورا استحصال کیا۔ میں خود علامہ اقبال کا بہت بڑا مداح ہوں۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ میں خود اُس کی کتاب "Reconstruction Of Religious Thoughts In Islam" جو کہ اُس کے انگریزی مضامین کا مجموعہ ہے، پڑھ کر اسلام کی طرف راغب ہوا۔ یہ ۵۴ء یا ۵۵ء کی بات ہے اس وقت میں کاکول اکیڈمی میں انسٹریکٹر تھا یعنی وہاں زیرِ تربیت افسران کا اُستاد تھا اس سے پیشتر گو مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوا تھا لیکن فلسفۂ اسلام سے نا آشنا تھا۔ اس کتاب نے میری زندگی کی کایا پلٹ دی۔ بس یوں سمجھ لیجیے کہ جیسے خالد بن ولیدؓ اسلام قبول کرنے سے پہلے مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن تھا۔ جنگِ اُحد میں اسی کی تلوار سے کئی مسلمان شہید ہوئے اور اسلام قبول کرنے کے بعد اس نے سیف اللہ کا لقب پایا۔ ۵۴۔۵۵ء کے بعد میں نے نماز باقاعدگی سے شروع کر دی اور بقول علامہ اقبال۔

چوں بگویم مسلمانم بلرزم
کہ دانم مشکلاتِ لا الٰہ الا اللہ

کا مفہوم اچھی طرح سے سمجھ میں آ گیا۔

۶۵ء اور ۷۱ء کی جنگیں بھی اسی جذبہ سے سرشار ہو کر لڑیں۔ ہندوستانی جرنیلوں نے جو کتابیں لکھیں انہوں نے بھی یہی لکھا کہ بریگیڈیئر تجمل نے مسلمان غازیوں کی یاد تازہ کر دی۔ ۷۱ء کی جنگ میں میں بریگیڈیئر تھا۔ اسلام کی سربلندی کے لیے کوئی مشکل میرے راستے میں رکاوٹ نہیں بن سکتی چونکہ علامہ اقبال کے فلسفہ نے مجھے اسلام کے سمجھنے میں بہت مدد کی لہٰذا لازمی طور پر میں اُن کی بہت قدر کرتا ہوں لیکن اس بات کو بھی اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ وہ ایک انسان تھے اُن میں خامیاں

بھی تھیں اُن کا ذاتی کردار مثالی کردار نہیں کہا جا سکتا۔علامہ اقبال کی ہر بات کو نعوذ باللہ قرآنی آیات تصور نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ویسے بھی اُن کے ذاتی کردار میں کچھ خامیاں موجود تھیں۔سر کا خطاب انہوں نے قبول کیا اپنے زمانہ کے لحاظ سے امیرانہ زندگی بسر کرتے تھے۔وقت کے ساتھ ساتھ اُن کے نظریات میں تبدیلیاں بھی آتی رہیں۔وہ خود ایک جگہ کہتے ہیں :

اقبال بڑا اپدیشک ہے من باتوں میں موہ لیتا ہے
گفتار کا غازی یہ تو بنا کردار کا غازی بن نہ سکا

لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ان کا فلسفۂ اسلام اگر اچھی طرح سمجھ میں آجائے اور اس پر کوئی مسلمان عمل کر سکے تو اُسے بہت بلندیوں پر لے جا سکتا ہے۔اُن کا کلام لہو کو گرما دینے والا کلام ہے ان کے کلام کا یہی پہلو مجھے بہت پسند ہے لیکن افسوس کہ ان کے بیٹے کو ان کے فلسفہ کی سمجھ نہ آئی یا یوں کہئے کہ اس پر عمل نہ کر سکے۔اور مارشل لاء کو............کے نظریہ ضرورت کے تحت جائز قرار دے دیا۔میں نے اپنی تمام کتاب ذاتی مشاہدات اور تجربات کی بناء پر لکھی ہے۔میرا اپنا تاریخ دنیا کا کافی وسیع مطالعہ ہے۔قرآن کریم کو بھی چند تفاسیر کے ساتھ غور سے پڑھا ہے۔مغربی اور کمیونسٹ نظریات کا بھی مطالعہ کیا ہے اور امریکہ، یورپ، وسط ایشیا کے کچھ ممالک کی تہذیبوں کا ذاتی طور پر مشاہدہ بھی کیا ہے۔جیل بذاتِ خود ایک بہت بڑی درس گاہ ہے ہر قسم کے لوگ یہاں آتے ہیں میں یہاں رہ کر بھی سوال و جواب کے لیے ذریعہ لوگوں سے ان کے مسائل، جرائم کرنے کی وجہ، اقتصادی مشکلات اور زندگی کے دیگر پہلوؤں پر غور کرتا رہا ہوں اور ان کے حل بھی سوچتا ہوں۔پاکستان میں مختلف سیاسی نظام کی ناکامیوں کا جائزہ لیتا رہا ہوں۔اس سے پیشتر میری زندگی کا بیشتر حصہ ایسے ماحول میں گزرا کہ میں عام آدمی کی بنیادی ضروریات اس کے خانگی مسائل سے اچھی طرح سے آشنا نہ تھا۔جیل میں کم از کم ۸۰ فیصد لوگ بے گناہ ہوتے ہیں لیکن معاشرہ کی بے انصافیوں کی وجہ سے وہ مختلف جرائم میں ملوث ہو جاتے ہیں۔انگریز فیلڈ مارشل منٹگمری جو جنگِ عظیم دوم میں بہت شہرت یافتہ تھا۔اُس نے دنیا کے بڑے بڑے لیڈروں پر ایک کتاب لکھی جس میں پنڈت نہرو کا نام بھی شامل ہے وہ لکھتا ہے کہ میں نے نہرو سے پوچھا کہ تم نے جیل میں کافی عرصہ گزارا اس کے بارے میں تم مجھے کچھ بتا سکتے ہو۔تو نہرو نے جواب دیا کہ جیل میں مجھے قاتل لوگ بہت پسند تھے۔منٹگمری کہتا ہے کہ میں نے حیرانگی سے پوچھا کہ ایسا کیوں۔تو نہرو

نے جواب دیا کہ دراصل جو لوگ قتل کر دیتے ہیں وہ عام طور پر جرائم پیشہ لوگ نہیں ہوتے، اتفاقاً کسی بات پر جھگڑا ہو گیا یا کسی غیرت کی بات پر غصہ آگیا تو لڑائی ہو گئی کسی ایک کو زیادہ چوٹ آگئی اور وہ مر گیا، اور دوسرے پر قتل کا مقدمہ بن گیا لیکن بنیادی طور پر وہ اچھے لوگ ہوتے ہیں۔ اس طرح معاشرے کی خرابیوں اور عدالتی نظام کی بے قاعدگیوں کی وجہ سے بسا اوقات انصاف مہیا نہ ہونے کی شکل میں لوگ قانون اپنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں۔ اسلام کی سب سے بڑی خوبی یہی ہے کہ وہ ہر انسان کی بنیادی ضروریات اور اس کی زندگی کے مسائل کا حل مہیا کرتا ہے۔ خلفائے راشدین کے دور کی یادیں بھی معاشرہ کے اس پہلو کا حل مہیا کرنے کی وجہ سے بار بار دہرائی جاتی ہیں۔ اس وجہ سے اسلام کیمونزم یا سرمایہ دارانہ نظام پر برتری حاصل کر سکتا ہے اور ایسا کرنا ممکن ہے لیکن اس کے لیے موجودہ نظام کو جڑ سے اُکھاڑ کر پھینکنا پڑے گا تب ممکن ہو سکتا ہے۔ صرف شریعت کے نفاذ سے ایسا کرنا ممکن نہیں کیونکہ شریعت کا نفاذ تو اُمیہ خلفاء یا عباسی خلفاء یا ہندوستان میں اورنگزیب کے وقت بھی تھا لیکن وہ نظام جس کی بنیاد محمد مصطفےٰ ﷺ نے ڈالی تھی اور اس کا عملی نمونہ خلفائے راشدین نے پیش کیا تھا، وہ نظام نہ تھا۔ لہٰذا پاکستان میں اسلامی نظام نافذ کرنے کے لیے مسئلہ صرف نفاذِ شریعت کا نہیں بلکہ پورے انتظامی ڈھانچہ کو بدلنے کا ہے اس کے لیے جیسے بھٹو نے روٹی کپڑا مکان کا نعرہ لگا کر عوام کو ساتھ ملا لیا تھا۔ اگر اسلام کا صحیح پیغام عوام تک پہنچایا جا سکے اور عوام کو اس پیغام کے پہنچانے والے کے کردار پر اُنگشت نمائی کا موقع نہ ملے۔ اور انہیں اس بات کا یقین ہو جائے کہ یہ شخص جو کچھ کہہ رہا ہے یہ اس کے دل کی آواز ہے تو مجھے یقین ہے کہ بہت قلیل عرصہ میں ایک ایسی ملک گیر تحریک جنم لے سکتی ہے جو موجودہ فرسودہ نظام کو ایک طوفان کی طرح بہا کر لے جائے اور گہرے سمندروں میں ہمیشہ کے لیے غرق کر دے۔ میرے اپنے اندازے کے مطابق ایسی تبدیلی کے لیے جتنی فضا موجودہ دور میں موزوں ہے اتنی پہلے کبھی نہ تھی۔ دعا کریں میری جلد رہائی ہو تا کہ اپنے خیالات کا اظہار وضاحت سے کر سکوں۔ میں نے اپنی کتاب بھی ان سب پہلوؤں کو مدِ نظر رکھ کر لکھی ہے جو کہ انگریزی میں ہے۔ اس کا اُردو ترجمہ کسی ایسے شخص سے کراؤں گا جسے اُردو اور انگریزی زبان دونوں میں مہارت حاصل ہو انشاء اللہ۔

میری طرف سے محمود میاں اور رشید میاں کو السلام علیکم

والسلام تجمل

نوٹ: آج کل محکمہ ڈاک خانہ جات نے ارجنٹ میل سروس کا سلسلہ جاری کیا ہوا ہے۔ ارجنٹ میل سے اس لیے بھیجتا ہوں کہ یہ خط کو بحفاظت پہنچا دینے کا وعدہ کرتے ہیں۔ فی الحال یہ صرف بڑے بڑے شہروں تک محدود ہے بعد میں شاید توسیع کر دیں، بہرحال یہ کافی قابلِ اعتبار ذریعہ ہے۔

☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میجر جنرل ریٹائرڈ تجمل حسین ملک

۸۸۔۱۰۔۱

عزیزم محمود میاں السلام علیکم

مولانا امیر حسین گیلانی صاحب کے لیے ایک خط ارسال کر رہا ہوں اسے پڑھ لیجیے گا۔ اور اگر مولانا فضل الرحمن صاحب وہاں ہی ہوں تو اُنہیں بھی دکھا دیجئے گا۔ اس لیے اسے بند نہیں کیا تاکہ آپ کو پتہ ہو کہ مختصرا اس میں کیا لکھا ہے۔ انشاء اللہ رہائی کے بعد آپ سے تفصیل سے بات کروں گا میری ماضی کی جدوجہد تاریخ کا ایک حصہ ہے۔ اور میرے مقدمہ کی کارروائی کا خلاصہ میں نے اپنی کتاب میں شامل کیا ہوا ہے۔ اسلام سادھوؤں کا مذہب نہیں یہ غازیوں اور شہیدوں کا دین ہے۔ بقول اقبال۔

قبائے لا الٰہ خونی قبا است
کہ بر بالائے نامردان دراز است

(۲) مجھے میرے بیٹے نے بتایا ہے کہ آپ کو میرے مقدمے کے بارے میں کچھ تفصیلات چاہیے، آپ کی اطلاع کے لیے مختصرا لکھ دیتا ہوں ویسے میں حکومت سے رہائی کے لیے بھیک مانگنے کے لیے تیار نہیں۔ اگر ایسا کرنا ہوتا تو مجھے قریبا ساڑھے آٹھ سال تک قید کاٹنے کی ضرورت نہ تھی۔ اگر کسی موقع پر میں ضیاء الحق کو صرف اتنا لکھ کر بھیج دیتا کہ مجھے تم سے کوئی اختلاف نہیں اور میں تمہارے ساتھ ہر طرح سے تعاون کرنے کے لیے تیار ہوں تو وہ مجھے فوراً رہا کر دیتا لیکن میں اس کے لیے تیار نہ تھا۔ اس نے میری سفارش پر میرے بیٹے کو رہا کر دیا تھا۔ اسے میں نے صرف اتنا لکھا تھا کہ میں نے اس کے خلاف کارروائی کی ساری ذمہ داری اس لیے قبول کی تھی تاکہ کسی اور کو

اس کی سزانہ ملے۔ میرے بیٹے کو جیل میں رکھنے کا کوئی جواز نہیں جب تک مارشل لاء حکومت قائم ہے، بے شک مجھے جیل میں رکھو لیکن میرے بیٹے کو جیل میں رکھنا صریحاً ظلم ہے اور اس کا کوئی قانونی یا اخلاقی جواز نہیں۔ اس کے بعد اُس نے اسے رہا کر دیا۔ اسے اس بات کا احساس تھا کہ میری تمام تر جدوجہد اسلام کے لیے ہے۔ ۶۵ء اور ۷۱ء کی جنگوں میں میری اعلیٰ کارکردگی کا اسے علم تھا۔ ۷۱ء کی جنگ میں مجھے نشانِ حیدر کے لیے سفارش کی گئی جو میں نے یہ کہہ کر لینے سے انکار کر دیا کہ میں نے جنگ اسلام کی سربلندی کے لیے لڑی تھی نہ کہ تمغہ حاصل کرنے کے لیے۔ ۶۵ء کی جنگ میں ۶ ستمبر کی صبح کا "باٹا پور" کا معرکہ میری قیادت میں لڑا گیا اس کی پوری روئیداد سنگِ مرمر کی سلوں پر کندہ بی آر بی کے کنارے آج بھی موجود ہے اس کا اُردو متن تو غالباً آپ کے جامعہ میں نفیس صاحب نے ہی لکھا تھا۔

(۳) مقدمہ کی مختصر روئیداد یوں ہے کہ ۵ اور ۶ مارچ ۸۰ء کی رات کو مجھے میرے گھر لاہور سے گرفتار کیا گیا اور راولپنڈی پریذیڈنسی سے ملحقہ گیسٹ ہاؤس میں بھاری فوجی پہرہ کی معیت میں رکھا گیا۔ جب مجھے پتہ چلا کہ میرا بیٹا، میرا ایک بھانجا، ایک بھتیجا، میری بیوی کا بھتیجا جو سب فوجی افسر تھے اور دیگر متعدد فوجی افسران بھی گرفتار کر لیے گئے تو میں نے تفتیشی عملہ کو ایک تفصیلی بیان دینے کا فیصلہ کر لیا میں نے اپنے بیان میں مختصراً یہ کہا کہ حکومت کے خلاف بغاوت کی کارروائی کا اگر کوئی جرم سرزد ہوا ہے تو اُس کے لیے ساری ذمہ داری مجھ پر عائد ہوتی ہے کیونکہ میں ہی اس کا مرکزی کردار ادا کر رہا تھا لہٰذا باقی تمام افراد کو رہا کر دیا جائے۔ ان کا اس میں کوئی قصور نہیں اور نہ ہی ان کو اصل حقائق کا علم تھا کہ میرے ذہن میں کیا تھا۔ وہ کافی طویل بیان تھا جو میں نے اپنی کتاب میں تفصیل سے لکھا ہے۔

(۴) قریباً دو ماہ مجھے راولپنڈی رکھنے کے بعد مری کے نزدیک فوجی چھاؤنی باڑیاں لے جایا گیا۔ وہاں مجھ پر ایک فوجی عدالت میں مقدمہ چلایا گیا۔ عدالت کے سامنے بھی میرا یہی موقف رہا کہ میں نے کوئی جرم نہیں کیا کیونکہ جنرل ضیاء الحق نے غیر آئینی طور پر اقتدار پر قبضہ کر کے مارشل لاء نافذ کر رکھا ہے جو کہ ایک غیر آئینی، غیر اسلامی اور ظالمانہ نظامِ حکومت ہے اس کے خلاف بغاوت کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ مولانا مفتی محمود مرحوم، مولانا خلیل حامدی اور متعدد علمائے دین، سیاسی رہنما اور ریٹائرڈ فوجی افسران میرے صفائی کے گواہ کے طور پر پیش ہوئے۔ مولانا مفتی محمود مرحوم سے میں نے خاص طور پر یہ سوال پوچھا کہ سورہ المائدہ کی آیات ۴۴، ۴۵، اور ۴۷ جو کہ میں نے وہاں پڑھ کر سنائیں

اُن کے مطابق جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہ کافر ہیں، وہ ظالم ہیں اور وہ فاسق ہیں۔ کیا ان آیات کا اطلاق جنرل ضیاء الحق کی حکومت پر ہوتا ہے یا نہیں؟ مولانا مفتی محمود مرحوم نے جواب میں کہا کہ جو حکمران استطاعت رکھنے کے باوجود یعنی انہیں مکمل اختیارات حاصل ہوں (اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کو مکمل اختیارات حاصل تھے) ان قرآنی آیات کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہ کافر ہیں، وہ ظالم ہیں اور وہ فاسق ہیں، اور میرے موقف کی تائید کرتے ہوئے میری جدوجہد کو سراہا۔ وہ بھی کافی طویل بیان تھا جس میں اسلام میں جمہوریت کی بھی انہوں نے وضاحت کی اور واضح طور پر کہا کہ اسلام میں مارشل لاء یا کسی قسم کی آمریت کی کوئی گنجائش نہیں۔

(۵) جن دفعات کے تحت مجھ پر مقدمہ چلایا جا رہا تھا ان کے مطابق جرم ثابت ہونے پر سزائے موت بھی دی جا سکتی تھی لیکن زندگی اور موت چونکہ اللہ کے ہاتھ میں ہے فوجی عدالت نے مجھے ۱۰ سال کی سزا دی۔ فوجی اعلیٰ عدالت نے اس سزا کو ناکافی سمجھا اور نظرثانی کے لیے احکامات جاری کر دیئے چنانچہ میری سزا کو ۱۰ سال سے بڑھا کر ۱۴ سال کر دیا گیا۔

(۶) میرے مقدمہ کا فیصلہ ۶ راگست ۸۰ء کو ہوا اور اس تاریخ سے میری سزا شروع ہوئی ہے۔ ۵ رمارچ ۸۰ء سے ۶ راگست ۸۰ء تک کا عرصہ یعنی قریباً ۵ ماہ کا عرصہ زیرِ حراست عرصہ ہے جو سزا میں شامل نہیں حالانکہ وہ عرصہ عام قیدیوں کو دیا جاتا ہے اس کے لیے میں نے جی۔ ایچ۔ کیو کو لکھا ہے کہ اسے شامل کیا جائے۔ پہلے اس لیے نہیں لکھا تھا کہ مجھے پتہ تھا ضیاء الحق اِسے منظور نہیں ہونے دے گا حالانکہ وہ میرا حق ہے کوئی احسان نہیں۔ زیرِ حراست عرصہ تمام قیدیوں کے لیے قید میں شامل کیا جاتا ہے۔

(۷) اس سے پیشتر ہائی کورٹ نے مجھے ۵ سال اور ۲۰ دن کے لیے قید میں چھوٹ دی تھی۔ ۶ راگست ۸۰ء سے آج تک یعنی یکم اکتوبر ۸۸ء تک مجھے ۸ سال اور قریباً دو ماہ تاریخی سزا کے بن جاتے ہیں۔ اس وقت ہائی کورٹ میں ایک رٹ اپیل زیرِ سماعت ہے جس میں میں نے کہا ہوا ہے کہ ۸۰ء سے ۸۵ء تک سپرنٹنڈنٹ کی ۶ ماہ کی رعایت اور ۸۱ء اور ۸۲ء میں آئی جی کی ۴ ماہ کی رعایت جو چارٹ جیل حکام نے ہائی کورٹ کو دیا تھا اس میں شامل نہیں کی گئی۔ اگر اسے شامل کیا جائے تو میری رہائی ۱۷ ستمبر ۸۸ء کو بنتی تھی۔ اس کا فیصلہ اُمید ہے میرے حق میں ہو جائے گا کم از کم ۶ ماہ سپرنٹنڈنٹ کی طرف سے رعایت کے لیے تو ہائی کورٹ نے کہہ دیا ہے کہ اسے شامل کیا جائے، اب جھگڑا صرف ۴ ماہ آئی جی کی رعایت ہے۔ اگرچہ جی ایچ کیو کی طرف سے ۵ ماہ زیرِ

حراست عرصہ شامل کیا جائے تو پھر آئی جی کی ۴ ماہ کی رعایت کی بھی ضرورت نہیں رہتی۔ فوراً رہائی ہوسکتی ہے۔ بہرحال اس کے لیے اپنی طرف سے پوری کوشش کررہا ہوں ویسے تو اب چند ماہ کی بات ہے اگر دیر ہو جاتی تو بھی کوئی بڑی بات نہ تھی لیکن اب چونکہ انتخابات میں حصہ لے رہا ہوں اس لیے اگر میں خود اپنے ضلع میں موجود ہوتا تو میں اکیلا خدا کے فضل سے سب کا مقابلہ کر لیتا کیونکہ وہ فوجی علاقہ ہے اور سب لوگ مجھے جانتے ہیں، انہیں یہ بھی پتہ ہے کہ میری تمام تر جدوجہد ایک مکمل اسلامی انقلاب کے لیے ہے لیکن میری عدم موجودگی میں کچھ مشکلات ضرور ہوں گی۔

ویسے تو جماعت اسلامی یا جے یو پی مجھے اپنی طرف سے کھڑا کرنے کے لیے کوشاں ہیں بلکہ چکوال سے جے۔یو۔پی کا ایک وفد چند روز قبل میرے پاس آیا بھی لیکن جماعت اسلامی تو خالصتاً ایک دُنیادار جماعت ہے خاص کر مولانا مودودی مرحوم کی وفات کے بعد تو انہوں نے جس طرح آمریت کا ساتھ دیا اسے کبھی بھلایا نہیں جاسکتا۔ وہ مفاد پرست لوگ ہیں اور جے۔یو۔پی ایک فرقہ پرست جماعت ہے لہٰذا میرے لیے وہ بھی قابلِ قبول نہیں۔

دینی جماعتوں میں جے۔یو۔آئی اور وہ بھی مولانا حامد میاں مرحوم کا گروپ جسے فضل الرحمن گروپ کہا جاتا ہے یہی گروپ ہے جس نے آمریت کے خلاف جدوجہد میں قربانیاں دیں۔ میرے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ جس گروپ کی مولانا حامد میاں مرحوم نے سرپرستی کی وہی علمائے حق کا گروپ ہے کیونکہ ان سے مجھے عقیدت تھی اور دل کی گہرائیوں سے ان کی قدر کرتا تھا۔ میری یہ تمنا تھی کہ رہائی کے بعد ان کی سرپرستی میں اسلامی انقلاب کی تحریک منظم کرتا لیکن افسوس کہ اس سے پہلے ہی وہ اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ اب تو ان کی مرقد پر جا کر اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ آپ اللہ کے نیک بندے تھے آپ سے مل کر مجھے روحانی تسکین ملتا تھا میرے حق میں دُعا کرتے رہنا کہ اللہ تعالیٰ مجھے استقامت عطا فرمائے کیونکہ میری تمام تر جدوجہد خالصتاً اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے ہے جسے میں تا زندگی جاری رکھنا چاہتا ہوں لیکن اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر انسان کچھ بھی نہیں کرسکتا وہ دلوں کا راز جانتا ہے۔ مجھے نہ تو ہوس اقتدار ہے اور نہ ہی مال و دولت جمع کرنے کی تمنا۔ اللہ کا شکر ہے کہ مجھے اپنی ضروریات کے لیے کسی انسان کے آگے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت نہیں پڑی اس نے مشکل سے مشکل وقت میں بھی مجھے رزق حلال مہیا کیا اور میری تمام ضروریات بآسانی پوری ہوتی رہیں۔ اور نہ ہی کسی قسم کی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ میں نے اپنے سب کام اللہ کے سپرد

کیے ہوئے ہیں وہی میرا نگہبان ہے اور اسی سے مدد طلب کرتا ہوں۔ اور اللہ سے یہی دُعا مانگتا ہوں کہ یا ربّ مجھے کسی انسان کا محتاج نہ کرنا میں نے اپنی زندگی اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے وقف کی ہوئی ہے۔ وہی میرا مددگار ہے میری طرف سے رشید میاں اور اہلِ خانہ کو السلام علیکم

والسلام تجمل

☆

گھر کی شہادت..... مرحوم جنرل صاحب کی اہم تحریر

مارشل لاء

مارشل لاء دراصل فوجی قانون نہیں ہے۔ فوجی قانون میں قواعد و ضوابط کی پابندی لازمی ہوتی ہے۔ مارشل لاء تمام قانونی پابندیوں سے بالاتر ہوتا ہے۔ فوجی قانون کے تحت حکومت پر تنقید کرنے یا کسی اور جرم کے تحت نہ ہی تو کوڑے لگائے جاسکتے ہیں اور نہ ہی جائداد ضبط کی جاسکتی ہے اور فوجی قانون ہر لحاظ سے ملک کے آئینی قانون کے تحت کام کرتا ہے۔ فوجی عدالت کا فیصلہ ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ میں چیلنج کیا جاسکتا ہے جبکہ مارشل لاء کی چھوٹی سے چھوٹی عدالت کا فیصلہ ملک کی بڑی سے بڑی عدالت میں چیلنج نہیں کیا جاسکتا۔ مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے منہ سے جو لفظ نکلے وہ قانونی حیثیت رکھتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ خالصتاً چنگیزی قانون ہے۔ اور اسے بجا طور پر سکھا شاہی بھی کہا جاسکتا ہے۔ یہ ایک بدترین ظالمانہ اور مطلقاً غیر اسلامی قانون ہے۔ انگریزوں نے جب بھی یہ قانون اپنی نوآبادیات میں نافذ کیا تو صرف بعض شہروں یا ملک کے کسی خاص ایک حصہ میں چند ہفتوں یا زیادہ سے زیادہ چند ماہ کے لیے امن و امان برقرار رکھنے کے لیے نافذ کیا، پورے ملک میں انگریزوں نے بھی کبھی مارشل لاء نافذ نہیں کیا۔ ہمارے فوجی حکمران تو صحیح معنوں میں مجرم ہیں۔ یہ صرف ملک کے آئین کی خلاف ورزی نہیں کر رہے ہیں بلکہ اپنی قسموں کی بھی خلاف ورزی کر رہے ہیں کیونکہ ہر فوجی افسر کو یہ حلف اُٹھانا پڑتا ہے کہ "میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر اقرار کرتا ہوں کہ میں ملک کے آئین کا دفاع کروں گا اور سیاست میں حصہ نہیں لوں گا"۔ اس حلف کی رُو سے کوئی فوجی افسر وزیر یا گورنر یا صدر کا عہدہ نہیں سنبھال سکتا کیونکہ یہ سب سیاسی عہدے ہیں۔

(جاری ہے) ☆☆☆

دینی مسائل

﴿ جماعت کے احکام ﴾

امام کی اتباع اور پیروی :

مسئلہ : مقتدیوں کو ہر رکن کا امام کے ساتھ ہی بلا تاخیر ادا کرنا سنت ہے۔ تحریمہ بھی امام کی تحریمہ کے ساتھ کریں، رکوع بھی امام کے رکوع کے ساتھ، قومہ بھی اس کے قومہ کے ساتھ، سجدہ بھی اس کے سجدہ کے ساتھ۔ غرضیکہ ہر فعل اس کے ہر فعل کے ساتھ ہو۔ البتہ قعدہ اُولیٰ میں مقتدی کے التحیات پوری کرنے سے پہلے اگر امام کھڑا ہو جائے تو مقتدیوں کو چاہیے کہ التحیات پوری کر کے کھڑے ہوں۔ اسی طرح قعدہ اخیرہ میں اگر مقتدی کے التحیات پوری کرنے سے پہلے امام سلام پھیر دے تو مقتدیوں کو چاہیے کہ التحیات پوری کر کے سلام پھیریں۔ ہاں رکوع سجود وغیرہ میں اگرچہ مقتدیوں نے تسبیح نہ پڑھی ہو تو بھی امام کے ساتھ کھڑا ہونا چاہیے۔

مسئلہ : نماز کے فرائض اور واجبات میں تمام مقتدیوں کو امام کی موافقت کرنا واجب ہے۔ ہاں سنن وغیرہ میں موافقت کرنا واجب نہیں۔ لہٰذا اگر امام شافعی مذہب کا ہو اور رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اُٹھتے وقت ہاتھوں کو اُٹھائے تو حنفی مقتدیوں کو ہاتھوں کا اُٹھانا ضروری نہیں بلکہ مکروہ ہے۔ اس لیے کہ ہاتھوں کا اُٹھانا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی سنت ہے۔ اسی طرح فجر کی نماز میں شافعی امام قنوت پڑھے تو حنفی مقتدیوں کے لیے اتباع ضروری نہیں۔ البتہ وتر میں چونکہ قنوت پڑھنا واجب ہے لہٰذا اگر شافعی امام اپنے مذہب کے موافق رکوع کے بعد قنوت پڑھے تو حنفی مقتدیوں کو بھی رکوع کے بعد قنوت پڑھنا چاہیے۔

مسئلہ : مندرجہ ذیل صورتوں میں مقتدی امام کی اتباع نہ کرے :

(۱) امام نماز جنازہ کی تکبیرات چار سے زیادہ یعنی پانچ کہے تو پانچویں میں اقتداء نہ کرے۔

(۲) عیدین کی نماز میں جب امام ایک رکعت میں زائد تکبیریں تین سے زائد کہے تو زائد میں اتباع نہ کرے۔

(۳) امام کسی رُکن کو زائد کرے مثلاً رکوع دو بار کر دے یا سجدہ تین بار کر لے تو زائد میں اتباع نہ کرے۔

(۴) امام قعدہ اخیرہ بقدر تشہد کر چکا پھر بھولے سے پانچویں رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے اور تسبیح کہنے پر بھی نہ بیٹھے تو مقتدی امام کے ساتھ کھڑا نہ ہو بلکہ امام کا انتظار کرے۔ اگر امام پانچویں رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے لوٹ آئے تو امام کے ساتھ سجدہ سہو کرے اور سلام پھیرے اور اگر امام پانچویں رکعت کا سجدہ کر لے تو مقتدی تنہا سلام پھیر لے۔

مسئلہ : مسجد حرام اور مسجد نبوی میں رمضان میں تراویح با جماعت پڑھنے کے بعد وتر بھی با جماعت پڑھ لے لیکن چونکہ وہاں امام تین وتر دو سلام سے پڑھتے ہیں اس لیے امام کے ساتھ پڑھنے کے بعد وتر کی نماز کو تنہا دوبارہ پڑھ لے۔

امام اگر بدعتی اور اہل ہوا ہو :

یہ جماعت ترک کرنے کا عذر ہے۔اس صورت میں اگر اہل حق کی کوئی دوسری مسجد قریب میں ہو یا زیادہ دور نہ ہو اور معمولی مشقت اُٹھا کر وہاں جا کر نماز پڑھ سکتا ہے تو وہاں جا کر نماز پڑھے۔اور اگر دوسری مسجد زیادہ دُور ہو اور ہر نماز کے لیے اس مسجد میں جانے میں زیاد مشقت اور حرج ہو تو اپنے گھر پر جماعت سے نماز پڑھ لے۔اس صورت میں جب یہ نیت ہو کہ اگر عذر نہ ہوتا تو مسجد میں جا کر نماز پڑھتا تو مسجد کا ثواب بھی ملے گا۔

امامت کے لیے عمامہ باندھنا :

عمامہ باندھنا نماز اور غیر نماز دونوں حالتوں میں سنت ہے امام کے لیے بھی اور مقتدی کے لیے بھی۔اور امام یا مقتدی جو بھی عمامہ باندھے گا اس کو اس کا ثواب ملے گا (اور ایک کے باندھنے کا ثواب دوسرے کو نہیں ملے گا) لیکن عمامہ کے بغیر نماز پڑھنا جائز ہے اس سے نماز میں کچھ کراہت نہیں ہوتی بلکہ جہاں لوگ عمامہ کو نماز کے لیے ضروری سمجھتے ہوں امام کو عوام کے عقیدہ کی اصلاح کے لیے گاہے گاہے عمامہ کو ترک کر دینا افضل ہوگا۔

گھر میں بلا عذر جماعت کرنا :

فرض نماز کی جماعت مسجدِ محلہ میں واجب ہے۔گھر میں جماعت کرنے سے جماعت کا ثواب مل جائے گا لیکن ترک واجب کا گناہ ہوگا۔اس بات کی دلیل کہ مسجد میں جماعت سے نماز پڑھنا واجب ہے یہ ہے کہ فقہاء حنفیہ سب اس پر متفق ہیں کہ اجابت اذان واجب ہے۔ہاں اس میں اختلاف ہے کہ زبان سے اجابت واجب ہے یا مسجد کی طرف چلنے کے ساتھ۔بعض نے دونوں کو واجب کہا ہے اور دوسروں نے صرف مسجد کی طرف چلنے کے ساتھ اجابت یعنی اجابت بالقدم کو واجب کہا ہے اور زبان سے جواب دینے کو مستحب کہا ہے اور ظاہر ہے کہ مسجد کی طرف چلنے سے مراد یہ ہے کہ مسجد میں جا کر جماعت سے نماز پڑھے۔تو جب تک مسجد محلہ میں جماعت ملنے کی اُمید ہو گھر میں جماعت کرنا مکروہ اور بدعت ہے اور اگر وہاں جماعت ہو چکی ہو تو پھر گھر میں جماعت کرنے سے جماعت کا ثواب مل جائے گا لیکن اگر کسی نے قصداً سستی وغیرہ کی وجہ سے دیر کی ہو تو مسجد میں جماعت ترک کرنے کا گناہ بھی ہوگا۔اور اگر کسی عذرِ شرعی کی وجہ سے دیر ہوگئی ہو تو گناہ نہ ہوگا۔(جاری ہے)

علم و ذکر کی اہمیت

حضرت اقدس مولانا محمد طلحہ صاحب مدظلہم کا مدرسہ شاہی مراد آباد کے جلسہ دستار بندی کی دوسری نشست سے خطاب

اس نشست کے اختتام اور دُعاء سے قبل مہمان معظم مخدوم گرامی حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب زید مجدہم نے مختصر خطاب فرمایا۔ آپ نے فضلاء کو متوجہ کیا کہ وہ کسی صاحب نسبت بزرگ سے اپنا رشتہ ضرور قائم کریں۔ آپ نے فرمایا کہ آج دین کے کام کو الگ الگ عنوانوں سے بانٹ دیا گیا ہے۔ کوئی مدرسہ والا ہے تو کوئی تبلیغ والا تو کوئی خانقاہ والا ہے حالانکہ یہ تینوں کام پیغمبر علیہ السلام کے زمانہ میں ایک ساتھ مسجد نبوی میں انجام پارہے تھے۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی تبلیغ نے چھ نمبر محنت کے لیے متعین فرمائے تھے ان میں دو نمبر علم اور ذکر کے بھی تھے۔ میں دعوت و تبلیغ کے ذمہ داران سے درخواست کروں گا کہ آج ان دو نمبروں کے ساتھ سوتیلا پن برتا جارہا ہے جو ختم ہونا چاہیے۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے یہاں گیارہ مہینے تہجد میں ذکر کا اہتمام ہوتا تھا اور رمضان المبارک میں عصر اور مغرب کے درمیان آپ ذکر فرماتے تھے تو ہمیں بھی چاہیے کہ بانی تبلیغ کے طریقہ کو اختیار کریں اور ذکر پر بھرپور توجہ دیں، اور اپنے بچوں کو زیادہ سے زیادہ مدرسوں میں بھیجیں تاکہ دعوت و تبلیغ کا جو اہم نمبر "علم" ہے اس پر زیادہ سے زیادہ توجہ ہو سکے، میں اپنے ذمہ داران مدارس سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ آج مسلمانوں کے لاکھوں بچے اسکولوں میں جا کر غیروں کی تعلیم سے متاثر ہو رہے ہیں اور ہم خود اپنے پھول سے بچوں کو عیسائیوں اور ہندوؤں کی گود میں دے رہے ہیں، اس لیے ضرورت ہے کہ ہر بڑے مدرسہ کے ماتحت کثرت سے دینی مکاتب جگہ جگہ قائم کیے جائیں تاکہ ارتداد کا راستہ بند ہو سکے، اور مکتب قائم کرنے کے لیے لمبی چوڑی زمین اور عمارت کی ضرورت نہیں بلکہ بقدرِ ضرورت انتظام کر کے کام شروع کر دیا جائے، اور تعلیم کا سلسلہ جاری کر دیا جائے، اپنی گفتگو کے دوران مولانا موصوف نے فضلاء مدارس کو بالخصوص اپنی وضع قطع شریعت کے مطابق رکھنے کا اہتمام کرنے کی تلقین فرمائی، اسی طرح طمع و حرص اور دنیا داری سے بچنے کی بھی تاکید فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ جو شخص دین کی مخلصانہ خدمت کرے گا وہ کبھی بھوکا نہیں رہ سکتا، حضرت والا نے مختصر تقریر کے بعد دُعاء فرمائی اور آپ ہی کی دُعا پر ڈھائی بجے سہ پہر یہ نشست اختتام کو پہنچی، فالحمد للہ علی ذلک۔ (بشکریہ ندائے شاہی)

محمد مرسلین مظفر گڑھی
متعلم جامعہ مدنیہ جدید

محسن العلماء والطلباء

باسمہٖ العزیز

احب الصالحین ولست منھم ۔لعل اللّٰہ یرزقنی صلاحا۔ حامدًا ومصلیاً ومسلیاً ۔امابعد !

جب بھی کوئی مضمون نگار کسی دنیا دار آدمی کے متعلق کوئی مضمون لکھتا ہے تو اس میں وہ فقط اپنی مضمون نگاری کرتا ہے صدق وکذب کو ملحوظ خاطر نہیں لاتا اس کے برعکس جب دیندار آدمی کے متعلق مضمون لکھتا ہے تو اس میں فقط صدق کا لحاظ کرتا ہے لہٰذا راقم ایک ایسی عبقری شخصیت اور متبحر عالم دین کے بارے میں چند ٹوٹے پھوٹے لفظوں کو زینتِ ورق بنانا چاہتا ہے وہ شخصیت حضرت اقدس استاذ العلماء محبوب الصلحا، مشفق الطلباء مولانا محمد حسن صاحب مدظلہ العالی ہیں۔

چنانچہ ۴؍اکتوبر ۲۰۰۳ء ۷شعبان ۱۴۲۴ھ بروز ہفتہ کو جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور میں دورہ حل عبارت کا آغاز ہوا جس میں پاکستان کے چار صوبوں کے طلباء نے شرکت کی جن کی مجموعی تعداد تقریباً ۲۵۰ تھی۔سب سے پہلے اسباق کی ترتیب بعدہٗ حضرت موصوف کی اکابرینِ دیوبند سے محبت اور اپنے اساتذہ کے فرمان کی تابعداری۔صبح تقریباً ساڑھے سات بجے سبق شروع ہوتا تھا اس کی نظیر گزشتہ زمانہ میں کوفہ کے اندر امام صاحبؒ کا جو حلقہ درس لگا کرتا تھا اس سے ملتی ہے اس درس کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ جتنے لوگ بھی درس میں شریک ہوتے تھے تمام کو سبق سمجھ میں آجاتا تھا گویا کہ وہ خصوصیت یہاں بھی پائی گئی اور دوپہر کو ایک بجے درس ختم ہوتا تھا اور شام بعد نماز مغرب پہلے دو ہفتوں میں گردانیں اور آخری ہفتہ میں عبارتیں سنتے تھے اور یہ سلسلہ عموماً رات ساڑھے بارہ بجے تک جاری رہتا اور بعض دفعہ ایک بھی بج جاتا تھا۔اب رہا یہ سوال کہ اتنے زیادہ طلباء کو سبق کیسے سمجھ میں آجاتا ؟اس کا مختصر جواب یہ ہے جب آدمی کے اندر اخلاص ہوتو کوئی کام بھی مشکل نہیں اور الحمد اللہ حضرتِ اقدس کے دل میں اخلاص کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے اور ذاتیات کا شائبہ بھی موجود نہیں ہے۔جس پر حضرت کا یہ ارشاد شاہد ہے'' مجھے نسبی اولاد سے روحانی اولاد عزیز ہے''اب اس کا مطلب ہے کہ علومِ دینیہ کے طلباء بہت ہی زیادہ عزیز ہیں۔اور طلباء سے محبت اور اپنی عاجزی کا یہ عالم ہے جب بھی سبق سمجھاتے طلباء سے فرماتے کہ میرے عزیزوں کو یہ بات سمجھ میں آگئی ہے اور طلباء کا جواب سن کر ارشاد فرماتے کہ یہ سب کچھ اللہ کے فضل اور رحمت ،مہربانی سے ہوا ہے یہ کبھی نہیں فرمایا کہ میری محنت یا میرے سمجھانے کی وجہ سے سمجھ میں آیا ہے۔اور طلباء جہاں بھی ملتے تو حضرت فرماتے کہ اللہ اپنے عزیزوں سے خوش ہوجائے۔اور اکابرینِ دیوبند کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

"میرے عزیزوں! اکابرین کے دامن کو کبھی نہ چھوڑنا" کیونکہ حضرت اقدس سید نفیس شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ "ہم تو لکیر کے فقیر ہیں" جو کچھ اکابرین نے فرمادیا ہے وہ حق ہے۔ اور سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ فرماتے تھے کہ "ہم نے اپنے اکابرین کو دیکھا ہے صحابہ کرامؓ کو نہیں دیکھا ان کے تقوے کا یہ عالم ہے تو ان کے تقوے کا کیا عالم ہوگا"۔

اور اپنے اساتذہ کے فرمان کی تابعداری کا یہ عالم ہے استاذ العلماء حضرت مولانا قاضی عزیز اللہ صاحبؒ نے خواب میں فرمایا کہ جامعہ محمدیہ میں آجاؤ۔ پھر اس محمدی باغ کو ایسا سیراب کیا کہ وہ پاکستان کے علماء طلباء کا مرجع ومرکز بن گیا ہے ہر ایک یہی چاہتا ہے کہ میں اس محمدی باغ سے پھل ضرور لوں چنانچہ سردار ایسا سخی ہے جو بھی آیا خالی ہاتھ نہیں گیا اور استاذ کو اپنے شاگرد سے اتنی محبت تھی کہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ ایک بحث جو صرف ونحو کے متعلق تھی سمجھ میں نہیں آرہی تھی میں بہت پریشان تھا تو استاذوں نے خواب میں فرمایا کہ "گھبرانا نہیں اللہ تیری مدد کرے گا" مدد کا یہ عالم ہے کہ کبھی دورے کا اشتہار نہیں چھپوایا شروع میں دورے کی تعداد صرف چندرہ تھی اب امسال تقریباً ۳۵۰ طلباء تھے پاکستان کے بڑے بڑے مدارس کے علماء طلباء اپنی علمی پیاس بجھانے آئے ہیں مثلاً دارالعلوم کراچی، دارالعلوم حقانیہ، دارالعلوم کبیر والا، دارالعلوم رحیمیہ، جامعۃ العلوم ٹاؤن، جامعہ فاروقیہ، جامعہ خیر المدارس، اشرفیہ وغیرذالک باقی دوران طلب کے دلوں کو اصلاح کی طرف راغب کرنے کے لیے حضرت اقدس الشیخ السید مولانا محمود میاں صاحب کا بیان ہوتا تھا درس حدیث کے عنوان سے بیان میں اتنی تاثیر ہوتی کہ جتنے طلباء اصلاح کی فکر سے غافل تھے وہ دوبارہ اصلاح کی فکر میں لگ گئے ہیں اور مولانا موصوف نے طلباء کی خوب جسمانی، روحانی خدمت کی ہے حالانکہ طلباء یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اتنی تعداد کے باوجود ہماری اتنی خدمت ہوگی۔

الحمد للہ ثم الحمد للہ تمام طلباء یہ کہتے ہوئے آنسو بہاتے ہوئے رخصت ہوئے کہ ہماری علمی عملی، روحانی، جسمانی قوت دوبالا ہوگئی ہے اور اللہ کے حضور یہ دُعاء کرتے ہوئے رخصت ہوئے کہ اللہ تعالیٰ دونوں مشائخ کی عمر، علم، عمل اور خدمات دین میں برکت عطا فرمائے (آمین ثم آمین)

راقم نے یہ چند ٹوٹے پھوٹے الفاظ حضرات شیخین کی محبت میں لکھے ہیں اللہ رب العزت ان کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے (آمین ثم آمین)

مسجد حامد کے لیے خصوصی اپیل

رائیونڈ روڈ پر زیرِ تعمیر مسجد حامد کے ہال کی چھت ڈالنے کا مرحلہ آگیا ہے۔ لینٹر کے لیے درکار میٹریل کی تفصیل درج ذیل ہے۔ اہلِ خیر حضرات سے اس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی گزارش ہے۔

لینٹر کا رقبہ = 9050 فٹ

سریا 18 ٹن	3,60,000.00
بجری 4800CFT	85,000.00
ریت 2400CFT	15,000.00
سیمنٹ (700 Bags)	1,75,000.00
الیکٹرک پائپ	25,000.00
دیواریں اور بیم	2,50,000.00
مزدوری	1,30,000.00
	10,40,000,00